بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ   نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ   وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

جلد 72   شمارہ 46

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADAR Qadian

www.akhbarbadr.in

ایڈیٹر: منصور احمد

شرح چندہ: سالانہ 850 روپے

بیرونی ممالک: بذریعہ ہوائی ڈاک 50 پاؤنڈ یا 80 ڈالر امریکن یا 60 یورو

1/جمادی الاوّل 1445 ہجری قمری ● 16/نبوت 1402 ہجری شمسی ● 16/نومبر 2023ء

ارشاد باری تعالیٰ

قَالَ هٰذَا رَحۡمَةٌ مِّنۡ رَّبِّیۡ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ رَبِّیۡ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعۡدُ رَبِّیۡ حَقًّا

(سورۃ الکہف:99)

ترجمہ: اُس نے کہا یہ میرے ربّ کی رحمت ہے۔ پس جب میرے ربّ کا وعدہ آئے گا تو وہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیگا اور یقیناً میرے ربّ کا وعدہ سچا ہے۔

اخبار احمدیہ

الحمد للہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر وعافیت ہیں۔

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 10/نومبر 2023 کو مسجد مبارک (اسلام آباد) یو.کے سے بصیرت افروز خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ جمعہ کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں۔

احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت وتندرستی، درازیٔ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ و ناصر ہو اور تائید ونصرت فرمائے۔ آمین۔

انبیاء علیہم السلام کو ضرورتیں اس لیے لاحق ہوتی ہیں تاکہ للّٰہی وقف کے نمونے مثال کے طور پر قائم ہوں اور ابوبکرؓ کی زندگی کا وقف ثابت ہو اور دنیا میں خدائے مقتدر کی ہستی پر ایمان پیدا ہو اور ایسی للّٰہی وقف کرنے والے دنیا کیلئے بطور آیات اللہ کے ٹھہریں

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

انبیاء علیہم السلام کو ضرورتیں کیوں لاحق ہوتی ہیں

مَیں یہاں ایک ضروری امر بیان کرنا چاہتا ہوں کہ انبیاء علیہم السلام کو ضرورتیں کیوں لاحق ہوتی ہیں؟ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ اُن کو کوئی ضرورت پیش نہ آوے مگر یہ ضرورتیں اس لیے لاحق ہوتی ہیں تاکہ للّٰہی وقف کے نمونے مثال کے طور پر قائم ہوں اور ابوبکرؓ کی زندگی کا وقف ثابت ہو اور دنیا میں خدائے مقتدر کی ہستی پر ایمان پیدا ہو اور ایسی للّٰہی وقف کرنے والے دنیا کیلئے بطور آیات اللہ کے ٹھہریں اور اُس مخفی محبت اور لذت پر دنیا کو اطلاع ملے، جس کے سامنے مال و دولت جیسی محبوب اور مرغوب شے بھی آسانی اور خوشی کے ساتھ قربان ہو سکتی ہے اور پھر مال و دولت کے خرچ کے بعد للّٰہی وقف کو مکمل کرنے کے واسطے وہ قوت اور شجاعت ملے کہ انسان جان جیسی شے کو بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں دینے سے دریغ نہ کرے۔

غرض انبیاء علیہم السلام کی ضرورتوں کی اصل غرض دنیا کی جھوٹی محبتوں اور فانی چیزوں سے منہ موڑنے کی تعلیم دینے، اللہ تعالیٰ کی ہستی پر لذیذ ایمان پیدا کرنے اور ابنائے جنس کی بہتری اور خیر خواہی کیلئے ایثار کی قوت پیدا کرنے کے واسطے ہوتی ہے، ورنہ یہ پاک گروہ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ کے مالک کی نظر میں چلتا ہے۔ ان کو کسی چیز کی ضرورت ہو سکتی ہے؟ وہ ضرورتیں تعلیم کو کامل اور انسان کے اخلاق اور ایمان کے رسوخ کیلئے پیش آتی ہیں۔‘‘

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 499، مطبوعہ 2018 قادیان)

......☆......☆......☆......

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا

(2472) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ایک بار کوئی شخص راستے میں چلا جارہا تھا۔ اس نے کانٹوں والی شاخ راستہ میں پائی اور اٹھا کر دور پھینک دی اللہ تعالیٰ نے اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس کی پردہ پوشی فرماتے ہوئے اس کے گناہوں سے درگزر کیا۔

مومن کب مومن نہیں ہوتا

(2475) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: زانی جب زنا کرتا ہے وہ مومن نہیں ہوتا اور جب وہ شراب پیتا ہے تو مومن ہونے کی حالت میں شراب نہیں پیتا، اور جب وہ چوری کرتا ہے تو تو مومن ہونے کی حالت میں چوری نہیں کرتا، اور جب وہ لوٹتا ہے تو مومن ہونے کی حالت میں ایسی چیز بھی نہیں لوٹتا جس کی طرف لوگوں کی (للچائی ہوئی) نظریں اٹھیں۔

(صحیح بخاری، جلد 4، کتاب المظالم، مطبوعہ 2008 قادیان)

اس شخص کیلئے جو اپنے آپ کو عالم سمجھتا ہوئی بات کو ماننا مشکل ہوتا ہے

کفار جن کے دل صاف تختی کی طرح تھے، وہ تو بہت جلد آپ پر ایمان لے آئے، مگر یہود ونصاریٰ جن کے پاس خدا کا کلام موجود تھا محروم رہے

موسوی قوم میں سے جو لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وقت کو پائیں، ان کیلئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت فرض ہے

اسی کی طرف حدیث میں ان الفاظ میں اشارہ ہے کہ ’’لَوۡ کَانَ مُوۡسٰی وَ عِیۡسٰی حَیَّیۡنِ لَمَا وَسِعَهُمَا اِلَّا اتِّبَاعِیۡ‘‘

اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ بھی زندہ ہوتے تو وہ بھی میری پیروی کرتے

سیدنا حضرت مصلح رضی اللہ عنہ سورۃ الکہف کی آیت نمبر 69 تا 70 وَ کَیۡفَ تَصۡبِرُ عَلٰی مَا لَمۡ تُحِطۡ بِهٖ خُبۡرًا○ قَالَ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَاۤ اَعۡصِیۡ لَكَ اَمۡرًا○ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ موسوی سلسلہ کے لوگوں کیلئے محمدیؐ علوم کو سمجھنا واقعہ میں مشکل ہوگا کیونکہ اس دین میں بہت سے مسائل نئے بتائے جائیں گے۔ اور اُس شخص کیلئے جو اپنے آپ کو عالم سمجھتا ہوئی بات کو ماننا مشکل ہوتا ہے۔ چنانچہ کفار جن کے دل صاف تختی کی طرح تھے۔ وہ تو بہت جلد آپ پر ایمان لے آئے۔ مگر یہود ونصاریٰ جن کے پاس خدا کا کلام موجود تھا محروم رہے۔ کیونکہ ہر بات جو اسلام میں ان کی کتب کے خلاف ہوتی تھی۔ ان کے صبر کے پیمانہ کو چھلکا دیتی تھی۔ اور وہ ابتلاء میں پڑ جاتے تھے۔ حضرت مسیحؑ کے وقت میں بھی اسی وجہ سے یہود ہدایت سے محروم رہے اور غیر قومیں اصرار کر کے اس دین میں شامل ہونے لگیں۔

آیت نمبر 70 کی تفسیر میں حضور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: موسیٰ نے کہا کہ تو مجھے صابر پائیگا اور میں تیرے حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ یہ خواب تھی کیونکہ حضرت موسیٰؑ جو مستقل نبی تھے، دوسرے شخص سے خواہ کوئی ہو، یہ نہ کہہ سکتے تھے کہ امور روحانیہ میں میں تیری فرمانبرداری کرونگا۔

اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ موسوی قوم میں سے جو لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وقت کو پائیں، ان کیلئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت فرض ہے۔ اور اسی کی طرف حدیث میں ان الفاظ میں اشارہ ہے کہ ’’لَوۡ کَانَ مُوۡسٰی وَ عِیۡسٰی حَیَّیۡنِ لَمَا وَسِعَهُمَا اِلَّا اتِّبَاعِیۡ‘‘ (ابن کثیر جلد 2 صفحہ 246) اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ بھی زندہ ہوتے تو وہ بھی میری پیروی کرتے۔

(تفسیر کبیر، جلد 4، صفحہ 476، مطبوعہ 2010 قادیان)

اس شمارہ میں

اداریہ
جماعت احمدیہ مسلمہ پر اخبار منصف کے اعتراضات کا جواب

خطبہ جمعہ حضور انور فرمودہ 27/اکتوبر 2023 (مکمل متن)

سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (از سیرت خاتم النّبیین)

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام (از سیرۃ المہدی)

رپورٹ دورہ حضور انور ایدہ اللہ (جرمنی 2023)

فن لینڈ کے واقفین و واقفات نو کی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے آن لائن ملاقات

اہم سوال وجواب از حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ

نماز جنازہ حاضر و غائب

خطبہ جمعہ بطرز سوال وجواب | خلاصہ خطبہ جمعہ

128 واں جلسہ سالانہ قادیان مورخہ 29، 30 اور 31/دسمبر 2023ء کو منعقد ہوگا

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 128 ویں جلسہ سالانہ قادیان کیلئے مورخہ 29، 30 اور 31/دسمبر 2023ء (بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار) کی تاریخوں کی منظوری مرحمت فرمائی ہے۔ احباب جماعت ابھی سے دعاؤں کے ساتھ اس مبارک جلسہ میں شمولیت کی نیت کر کے تیاری شروع کر دیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس للّٰہی جلسہ سے فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس جلسہ سالانہ کی ہر لحاظ سے کامیابی اور اس کے بابرکت ہونے نیز سعید روحوں کی ہدایت کا موجب بننے کیلئے دعائیں جاری رکھیں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

(ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ قادیان)

جمیل احمد ناصر، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

”مجھ کو کافر کہہ کے اپنے کفر پر کرتے ہیں مہر
یہ تو ہے سب شکل ان کی ہم تو ہیں آئینہ دار“

(منظوم کلام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام)......(13)

جماعت احمدیہ مسلمہ پر اخبار ’منصف‘ حیدر آباد کے اعتراضات کا جواب

گزشتہ بارہ شماروں سے ہم اخبار ”منصف“ حیدر آباد کے، بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام پر اعتراضات کا جواب دے رہے ہیں۔ اعتراضات کی تفصیل اور اسکا پس منظر 17 اگست کے شمارہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ منصف کا ایک اعتراض یہ کیا تھا کہ :

”خود قادیانی ہم مسلمانوں کو مسلمان نہیں مانتے، گویا کہ انکی نظر میں ہم مسلمان کافر ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب تذکرہ صفحہ نمبر 519 پر یہ فتویٰ دیتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مؤاخذہ ہے۔“

اس کے جواب میں ہم نے عرض کیا تھا کہ حدیث کے مطابق امام مہدی اور مسیح موعود ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنے والے مسیح و مہدی کی بیعت کرنے کی تاکید فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ جس نے مہدی کا انکار کیا اُس نے گویا محمدؐ کا اور جو محمدؐ پر نازل ہوا اُس کا انکار کر دیا۔ اور علماءِ اُمت کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ امام مہدی کا انکار کرنے والا کافر ہوگا۔ اب ہمیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، اخبار ”منصف“ حیدر آباد کے ایڈیٹر خود ہی فیصلہ فرمالیں کہ وہ امام مہدی کا انکار کر کے مسلمان رہتے ہیں یا نہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ کافر کہنے میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کبھی پہل نہیں کی۔ آپؑ نے کبھی بھی کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہا۔ لیکن اگر مسلمان ہمیں کافر کہہ کر خود ہی اپنے کفر پر مہر کر لیں تو ہم کیا کر سکتے ہیں؟ حدیث میں ہے کہ :

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا يَرْمِیْ رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوْقِ وَلَا يَرْمِيْهِ بِالْكُفْرِ اِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ اِنْ لَّمْ يَكُنْ صَاحِبُهٗ كَذٰلِكَ۔

(بخاری کتاب الادب باب مَا ینھی من السّباب اللّعن)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو فسق اور کفر کی تہمت نہ لگائے کیونکہ اگر وہ شخص خدا تعالیٰ کے نزدیک کافر یا فاسق نہیں تو کہنے والے پر یہ کلمہ لوٹے گا۔ یعنی کہنے والا خدا کی نظر میں کافر اور فاسق ہوگا۔

ہم تو اللہ کے فضل سے سچے اور پکے مسلمان ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے امام مہدی اور مسیح موعود پر ایمان لا چکے ہیں۔ ہمیں کافر کہہ کر مسلمانوں نے سرکارِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق اپنے کفر پر مہر کر لی ہے۔ اب ہمیں تاب نہیں کہ ہم رسول اللہ کے فرمان کے خلاف آپ کو مسلمان سمجھیں۔

”مجھ کو کافر کہہ کے اپنے کفر پر کرتے ہیں مہر ......☆...... یہ تو ہے سب شکل ان کی ہم تو ہیں آئینہ دار“

مولوی حضرات جماعت احمدیہ کے افراد کو کافر کہنے میں بڑی بے باکی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ دن رات ان کا یہی مشغلہ ہے۔ کافر کافر کا ایک شور برپا کیا ہوا ہے۔ نہ صرف کافر کہتے ہیں بلکہ واجب القتل بھی قرار دیتے ہیں۔ عوام کو قتل پر اُکساتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ سینکڑوں احمدیوں کو اس کی وجہ سے جام شہادت نوش کرنا پڑا۔ احمدیوں کی مسجدوں کو توڑا جا رہا ہے مناروں کو شہید کیا جا رہا ہے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر فرمان کی طرح اس فرمان کو بھی دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں کہ مسلمان علماء نے ہم احمدیوں پر کفر کا فتویٰ لگا کر اپنے ہی کفر پر مہر کر لی ہے لیکن اس کے باوجود کیا کبھی احمدیوں کو شور مچاتے دیکھا گیا ہے کہ مسلمان کافر ہیں، مسلمان کافر ہیں۔ ہرگز نہیں۔ نہ تو ہم نے کافر کہنے میں پہل کی اور نہ ہم کافر کافر کا شور مچاتے ہیں۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسٹر فضل حسین صاحب بیرسٹرایٹ لاء کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں :

”ہم کسی کلمہ گو کو اسلام سے خارج نہیں کہتے جب تک کہ وہ ہمیں کافر کہہ کر خود کافر نہ بن جائے آپ کو شاید معلوم نہ ہو جب میں نے مامور ہونے کا دعویٰ کیا تو اس کے بعد بٹالہ کے محمد حسین مولوی ابوسعید صاحب نے بڑی محنت سے ایک فتویٰ تیار کیا جس میں لکھا تھا کہ یہ شخص کافر ہے، دجال ہے، ضال ہے، اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے جو ان سے السلام علیکم کرے یا مصافحہ کرے یا انہیں مسلمان کہے وہ بھی کافر۔ اب سنو یہ ایک متفق علیہ مسئلہ ہے کہ جو مومن کو کافر کہے وہ کافر ہوتا ہے۔ پس اس مسئلہ سے ہم کس طرح انکار کر سکتے ہیں۔ آپ لوگ خود ہی کہہ دیں کہ ان حالات کے ماتحت ہمارے لئے کیا راہ ہے؟ ہم نے ان پر پہلے کوئی فتویٰ نہیں دیا۔ اب جو انہیں کافر کہا جاتا ہے تو یہ انہیں کے کافر بنانے کا نتیجہ ہے ایک شخص نے ہم سے مباہلہ کی درخواست کی ہم نے کہا کہ دو مسلمانوں میں مباہلہ جائز نہیں۔ اس نے جواب لکھا کہ ہم تو تجھے پکا کافر سمجھتے ہیں۔“

آپؑ نے فرمایا :

”جو ہمیں کافر نہیں کہتا ہم اسے ہرگز کافر نہیں کہتے لیکن جو ہمیں کافر کہتا ہے اُسے کافر نہ سمجھیں تو اس میں حدیث اور متفق علیہ مسئلہ کی مخالفت لازم آتی ہے اور یہ ہم سے نہیں ہو سکتا۔“ (ملفوظات جلد 5 صفحہ 635)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی محمد حسین بٹالوی کا ذکر فرمایا ہے۔ انکے متعلق بھی کچھ عرض کر دینا ضروری ہے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو محمد حسین آپؑ کی مخالفت پر اُتر آئے اور دعویٰ کیا کہ اشاعۃ السنہ نے جس طرح انہیں چڑھایا تھا اب اس کے ذمہ یہ قرض اور فرض ہے کہ وہ انہیں اُسی طرح زمین پر گرادے۔ محمد حسین بٹالوی کا یہی ایک فقرہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت ثابت کرنے کیلئے کافی ہے۔ محمد حسین بٹالوی دن بدن ذلت اور رُسوائی کے گڑھے میں گرتے گئے اُن کی ساری عزت جاتی رہی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقبال کا ستارہ دن بدن بلند ہوتا گیا۔ آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام لینے والے کروڑوں لوگ ہیں لیکن محمد حسین کا نام لینے والا ایک بھی نہیں۔ محمد حسین بٹالوی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گرانے کیلئے پورے ملک کا دَورہ کیا اور آپؑ کے خلاف کفر کا فتویٰ تیار کیا۔ لیکن وہ کفر کا فتویٰ کسی کام نہیں آیا۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب مؤرخ احمدیت لکھتے ہیں :

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے حق کی آواز دبانے کا فیصلہ کر کے ہر لمحہ حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت میں وقف کر دیا اور اپنی مہم کو کامیاب بنانے کیلئے اُسی پُرانے حربے کو آزمانے کی ٹھانی جو ہر مامور اور امام ربانی کے وقت استعمال ہوتا آرہا ہے یعنی انہوں نے اوّل المکفرین بنکر ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک طوفانی دورہ کیا اور ”فتح اسلام“ اور ”توضیح مرام“ کی بعض عبارتوں میں قطع و برید کا سہارا لیکر ایک استفتاء تیار کیا۔ علماء سے آپ کے کفر و ارتداد کے فتوے حاصل کئے اور پھر اسے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ جلد 13 نمبر 12 میں شائع کر دیا............

یہ فتویٰ کم و بیش ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل تھا اور اس میں دلی، آگرہ، حیدر آباد دکن، بنگال، کانپور، علی گڑھ، بنارس، اعظم گڑھ، آرہ، غازی پور، ترہت، بھوپال ولدھیانہ، امرتسر، سوجانپور، لاہور، بٹالہ، پٹیالہ، لکھو کے ضلع فیروز پور، پشاور، سوات، راولپنڈی، ہزارہ، جہلم، گجرات، سیالکوٹ، وزیر آباد، سوہدرہ، کپورتھلہ، گنگوہ، دیوبند، سہارنپور، لکھنؤ، مراد آباد پٹنہ، کان پور غرضیکہ (متحدہ) ہندوستان کے تمام اہم مقامات کے علماء کے فتاویٰ درج تھے۔ (تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 387، 388)

پس کافر کہنے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کوئی پہل نہیں کی بلکہ مخالف علماء کی طرف سے کفر کا فتویٰ تیار کیا گیا۔ پورے ملک میں مخالفت کی آگ بھڑکائی گئی۔ بائیکاٹ کیا گیا۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا جب تک وہ میری تکفیر اور تکذیب کر کے اپنے تئیں خود کافر نہ بنالیوے۔ سو اِس معاملہ میں ہمیشہ سے سبقت میرے مخالفوں کی طرف سے ہے کہ انہوں نے مجھ کو کافر کہا۔ میرے لئے فتویٰ طیار کیا۔ میں نے سبقت کر کے اُن کے لئے کوئی فتویٰ طیار نہیں کیا اور اس بات کا وہ خود اقرار کر سکتے ہیں کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان ہوں تو مجھ کو کافر بنانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فتویٰ اُن پر یہی ہے کہ وہ خود کافر ہیں۔ سو میں اُن کو کافر نہیں کہتا بلکہ وہ مجھ کو کافر کہہ کر خود فتویٰ نبوی کے نیچے آتے ہیں۔

(تریاق القلوب روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 433)

سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

” ایک وہ وقت تھا کہ ہمارے برخلاف چاروں طرف سے کفر کے فتوے شائع ہوتے تھے۔ ہمارے سلسلہ کے کمزور اور ضعیف انسانوں کو بے طرح کچلا جاتا تھا۔ وہ ماریں کھاتے تھے۔ گالیاں سنتے تھے قتل بے گناہ ہوتے تھے۔ عدالتوں میں گھسیٹے جاتے تھے مگر یہ سب کچھ کس لئے ہوتا۔ صرف اس لئے کہ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑا قادر ہے اور رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی کی مطابق اس نے اس امت میں سے ایک مأمور بھیج دیا ہے، جو دنیا کو گمراہی سے بچائے اور اس کا نام اس نے مسیح موعود اور مہدی مسعود رکھا ہے۔ گویا ہم پر فرد جرم اس لئے لگائی گئی کہ ہم نے خدا کے حکم کو کیوں مانا اور کیوں نہ اسے کہہ دیا کہ ہم کب تک تیرے احکام کو مانتے چلے جائیں آج تک بہت سے انبیاء کو تو مان لیا اب بس کرو اور ہم کو اس اطاعت سے معاف کرو۔ ہاں ہم اس لئے واجب القتل قرار دیئے گئے کہ ہم حقیقی بادشاہ کے فرماں بردار ہوئے اور ان باغیوں کے ساتھ نہیں ملے جنہوں نے اس کے مأمور کا انکار کیا۔ اور اگر واقعی یہ کوئی ایسا جرم تھا جس کی سزا ہم کو یہ ملنی چاہئے تھی، تو خدا کی قسم ہم اس جرم کے مرتکب ضرور ہوئے ہیں۔ اور جس طرح ہمارے حضرتؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت فرمایا ہے ؎

بعد از خدا بعشق محمد مخمّرم ......☆...... گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

ہم بھی کہتے ہیں کہ اگر خدا کے مأموروں اور رسولوں کا اقرار اران کی اطاعت کفر ہے تو خدا کی قسم ہم اس قسم کے کافر ضرور ہیں۔ اور گر اِسی کا نام کفر رکھا جاتا ہے تو اس کفر کو ہم ذریعہ نجات یقین کرتے ہیں۔“

(مسلمان وہی ہے جو سب ماموروں کو مانے، انوار العلوم جلد 1 صفحہ 308، 309)

اخبار ”منصف“ کے ایڈیٹر کے اس اعتراض کا جواب آئندہ شمارہ میں بھی جاری رہیگا اور اس تعلق میں ہم سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض اَور ارشادات پیش کرینگے۔ انشاء اللہ۔ وباللہ التوفیق۔ (منصور احمد مسرور) ☆☆☆

خطبہ جمعہ

جنگ کے حالات جس تیزی سے شدت اختیار کر رہے ہیں اور

اسرائیل کی حکومت اور بڑی طاقتیں جس پالیسی پر عمل کرتی نظر آ رہی ہیں اس سے تو عالمی جنگ اب سامنے کھڑی نظر آ رہی ہے

آپؐ کا جانا اور اپنی بیٹی اور داماد کو ترغیب دینا کہ وہ تہجد بھی ادا کیا کریں اس کامل یقین پر دلالت کرتا ہے جو آپؐ کو اس تعلیم پر تھا جس پر آپؐ لوگوں کو چلانا چاہتے تھے

آنحضرتؐ ہر ایک بات کے سمجھانے کیلئے تحمّل سے کام لیا کرتے تھے اور بجائے لڑنے کے محبت اور پیار سے کسی کو اس کی غلطی پر آگاہ فرماتے تھے

راتوں کی دعائیں ہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل کو زیادہ کھینچتی ہیں اور آج کل تو دنیا کو تباہی سے بچانے کیلئے ان کی خاص طور پر ضرورت ہے

یہود کے تینوں قبائل میں سے جنہوں نے سب سے پہلے معاہدے کی خلاف ورزی اور غداری کی وہ بنو قینقاع کے یہودی تھے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قینقاع کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن انہوں نے بجائے سمجھنے کے کھلی دھمکی دینی شروع کر دی

اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سیاسی راہنما بھی تھے لیکن دشمنوں کے ساتھ بے جا سختی کا معاملہ کبھی نہیں کرتے تھے

آپؐ تشدد کو ناپسند کرتے تھے اور میدان جنگ میں بھی اگر جاتے تو بوجہ مجبوری جاتے تھے اور وہاں بھی خواہ مخواہ خونریزی سے پرہیز کرتے تھے

’’اس معاہدہ کے بعد جو یہود کے ساتھ ہوا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاص طور پر یہود کی دلداری کا خیال رکھتے تھے‘‘

احمدیوں کو دعاؤں کی طرف خاص توجہ دینی چاہئے، relax نہ ہو جائیں

کم از کم ہر نماز میں ایک سجدہ یا کم از کم کسی ایک نماز میں ایک سجدہ تو ضرور اس کیلئے ادا کرنا چاہئے، اس میں دعا کرنی چاہئے

حالات خطرناک ہیں اور خطرناک تر ہوتے جا رہے ہیں، اگر فوری حکمت والی پالیسی اختیار نہ کی گئی تو دنیا کی تباہی ہے

انصاف تو یہ ہے کہ سب صورتحال سامنے رکھی جائے پھر دنیا کو اپنا فیصلہ کرنے دیں کہ کون ظالم ہے، کون مظلوم ہے اور کس حد تک یہ جنگ جائز ہے اور کہاں جا کے یہ ختم ہونی چاہئے

مسلمانوں کی مشکلات دُور ہونے کیلئے ہمیں خاص درد رکھنا چاہئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا ہے کہ ہم مسلمانوں کیلئے بہت دعا کریں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے بعض پہلوؤں کا بیان، غزوۂ بنو قینقاع کی تفصیلات نیز اسرائیل حماس جنگ کے پیش نظر دعا کی مکرر تحریک

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 27 ؍اکتوبر 2023ء بمطابق 27 ؍اخاء 1402 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یوکے

(خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ○ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۙ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ○

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ذکر ہو رہا تھا۔ روایات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی بیٹی اور داماد کو تہجد کی نماز کی طرف توجہ دلانے کے واقعہ کا بخاری میں یوں ذکر ہے۔ حضرت علی بن ابوطالبؓ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات ان کے اور اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: کیا تم دونوں نماز نہیں پڑھتے؟ تو مَیں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہماری جانیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ جب وہ چاہے کہ ہمیں اٹھائے تو ہمیں اٹھاتا ہے۔ تہجد کی نماز کا ذکر ہو رہا ہے۔ حضرت علی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور واپس تشریف لے گئے۔ پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا جبکہ آپؐ واپس جا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے فرما رہے تھے کہ وَکَانَ الْاِنْسَانُ اَکْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا (الکہف:55) کہ انسان سب سے بڑھ کر بحث کرنے والا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ قیام اللیل والنوافل...... حدیث نمبر 1127)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ کی تفصیل اس طرح بیان فرمائی ہے کہ ’’ایک دفعہ آپؐ رات اپنے داماد حضرت علیؓ اور اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کے گھر گئے اور فرمایا کیا تہجد پڑھا کرتے ہو؟ (یعنی وہ نماز جو آدھی رات کے قریب اٹھ کر پڑھی جاتی ہے) حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! پڑھنے کی کوشش تو کرتے ہیں مگر جب خدا تعالیٰ کی منشاء کے ماتحت کسی وقت ہماری آنکھ بند رہتی ہے تو پھر تہجد رہ جاتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا تہجد پڑھا کرو اور اٹھ کر اپنے گھر کی طرف چل پڑے اور راستہ میں بار بار کہتے جاتے تھے وَکَانَ الْاِنْسَانُ اَکْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا (الکہف:55) یہ قرآن کریم کی ایک آیت ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ انسان اکثر اپنی غلطی تسلیم کرنے سے گھبراتا ہے اور مختلف قسم کی دلیلیں دے کر اپنے قصور پر پردہ ڈالتا ہے۔ مطلب یہ تھا کہ بجائے اِس کے کہ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ یہ کہتے کہ ہم سے کبھی کبھی غلطی بھی ہو جاتی ہے انہوں نے یہ کیوں کہا کہ جب خدا تعالیٰ کا منشاء ہوتا ہے کہ ہم نہ جاگیں تو ہم سوئے رہتے ہیں اور اپنی غلطی کو اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں منسوب کیا۔‘‘

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم، جلد 20، صفحہ 389-390)

اس بات کو مزید کھول کر بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ’’حضرت علیؓ اپنا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک موقع پر جبکہ حضرت علیؓ نے آپؐ کو ایسا جواب دیا جس میں بحث اور مقابلہ کا طرز پایا جاتا تھا تو بجائے اس کے کہ آپؐ ناراض ہوتے یا خفگی کا اظہار کرتے آپؐ نے ایک ایسی لطیف طرز اختیار کی کہ حضرت علیؓ غالباً اپنی زندگی کے آخری ایام تک اس کی حلاوت سے مزہ اٹھاتے رہے ہوں گے اور انہوں نے جو لطف اٹھایا ہو گا وہ تو انہی کا حق تھا۔ اب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اظہار ناپسندیدگی کو معلوم کر کے ہر ایک باریک بین نظر محو حیرت ہو جاتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میرے اور فاطمۃ الزہراؓ کے پاس تشریف لائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں اور فرمایا کہ کیا تم تہجد کی نماز نہیں پڑھا کرتے؟ میں نے جواب دیا کہ یا رسول اللہؐ! ہماری جانیں تو اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں۔ جب وہ اٹھانا چاہے اٹھا دیتا ہے۔ آپؐ اس بات کو سن کر لوٹ گئے اور مجھے کچھ نہیں کہا۔ پھر میں نے آپؐ سے سنا اور آپؐ پیٹھ پھیر کر کھڑے ہوئے تھے اور آپؐ اپنی ران پر ہاتھ مار کر کہہ رہے ہیں کہ انسان تو اکثر باتوں میں بحث کرنے لگ پڑتا ہے۔

اللہ! اللہ! کس لطیف طرز سے حضرت علیؓ کو آپؐ نے سمجھایا کہ آپ کو یہ جواب نہیں دینا چاہئے تھا۔ کوئی اَور ہوتا تو اوّل تو بحث شروع کر دیتا کہ میری پوزیشن اور رتبہ کو دیکھو پھر اپنے جواب کو دیکھو کہ کیا تمہیں یہ حق پہنچتا تھا

کہ اس طرح میری بات کو ردّ کر دو۔ یہ نہیں تو کم سے کم بحث شروع کر دیتا کہ یہ تمہارا دعویٰ غلط ہے کہ انسان مجبور ہے اور اس کے تمام افعال اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں۔ وہ جس طرح چاہے کرواتا ہے چاہے نماز کی توفیق دے چاہے نہ دے اور کہتا کہ جبر کا مسئلہ قرآن شریف کے خلاف ہے۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب کچھ کہہ سکتے تھے ''لیکن آپؐ نے ان دونوں طریق میں سے کوئی بھی اختیار نہ کیا اور نہ تو ان پر ناراض ہوئے، نہ بحث کر کے حضرت علیؓ کو ان کے قول کی غلطی پر آگاہ کیا بلکہ ایک طرف ہو کر ان کے اس جواب پر اس طرح اظہار حیرت کر دیا کہ انسان بھی عجیب ہے کہ ہر بات میں کوئی نہ کوئی پہلو اپنے موافق نکال ہی لیتا ہے اور بحث شروع کر دیتا ہے۔ حقیقت میں آپؐ کا اتنا کہہ دینا ایسے ایسے منافع اندر رکھتا تھا کہ جس کا عشر عشیر بھی کسی اَور کی سو بحثوں سے نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس حدیث سے ہمیں بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔'' آگے تجزیہ کیا ہے آپؓ نے کہ کیا کیا باتیں معلوم ہوتی ہیں ''جن سے آنحضرتؐ کے اخلاق کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے اور اسی جگہ ان کا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اوّل تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کو دینداری کا کس قدر خیال تھا کہ رات کے وقت پھر کر اپنے قریبیوں کا خیال رکھتے تھے۔

بہت لوگ ہوتے ہیں جو خود تو نیک ہوتے ہیں۔ لوگوں کو بھی نیکی کی تعلیم دیتے ہیں لیکن ان کے گھر کا حال خراب ہوتا ہے اور ان میں یہ مادہ نہیں ہوتا کہ اپنے گھر کے لوگوں کی بھی اصلاح کریں اور انہی لوگوں کی نسبت مثل مشہور ہے کہ چراغ تلے اندھیرا۔ یعنی جس طرح چراغ اپنے آس پاس تمام اشیاء کو روشن کر دیتا ہے لیکن خود اس کے نیچے اندھیرا ہوتا ہے اسی طرح یہ لوگ دوسروں کو تو نصیحت کرتے پھرتے ہیں مگر اپنے گھر کی فکر نہیں کرتے کہ ہماری روشنی سے ہمارے اپنے گھر کے لوگ کیا فائدہ اٹھا رہے ہیں مگر آنحضرتؐ کو اس بات کا خیال معلوم ہوتا ہے کہ ان کے عزیز بھی اس نور سے منور ہوں جس سے وہ دنیا کو روشن کرنا چاہتے تھے اور اس کا آپؐ تعہد بھی کرتے تھے اور ان کے امتحان و تجربہ میں لگے رہتے تھے اور تربیت اَعِزَّاء ایک ایسا اعلیٰ درجہ کا جوہر ہے جو اگر آپؐ میں نہ ہوتا تو آپؐ کے اخلاق میں ایک قیمتی چیز کی کمی رہ جاتی'' لیکن آپؐ کیونکہ اعلیٰ اخلاق پر قائم تھے اس لیے یہ جوہر بھی آپؐ میں خوب تھا۔

''دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپؐ کو اس تعلیم پر کامل یقین تھا جو آپؐ دنیا کے سامنے پیش کرتے تھے اور ایک منٹ کیلئے بھی آپؐ اس پر شک نہیں کرتے تھے اور جیسا کہ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ دنیا کو اُلّو بنانے کیلئے اور اپنی حکومت جمانے کیلئے آپؐ نے یہ سب کارخانہ بنایا تھا۔'' مخالفین اسلام یہی اعتراض کرتے ہیں ''ورنہ آپؐ کو کوئی وحی نہیں آتی تھی۔'' کئی اوریئنٹلسٹ (orientalist) اس طرح ہی لکھتے رہتے ہیں اور اُس وقت کا فر بھی یہی کہا کرتے تھے۔ ''یہ بات نہ تھی بلکہ آپؐ کو اپنے رسول اور خدا کے مامور ہونے پر ایسا ثَلجِ قلب عطا تھا'' اتنا پکا یقین تھا ''کہ جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی کیونکہ ممکن ہے کہ لوگوں میں آپؐ بناوٹ سے کام لے کر اپنی سچائی کو ثابت کرتے ہوں لیکن یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ رات کے وقت ایک شخص خاص طور پر اپنی بیٹی اور داماد کے پاس جائے اور ان سے دریافت کرے کہ کیا وہ اس عبادت کو بھی بجا لاتے ہیں جو اس نے فرض نہیں کی بلکہ اسکا ادا کرنا مومنوں کے اپنے حالات پر چھوڑ دیا ہے اور جو آدھی رات کے وقت اٹھ کر ادا کی جاتی ہے۔ اس وقت آپؐ کا جانا اور اپنی بیٹی اور داماد کو ترغیب دینا کہ وہ تہجد بھی ادا کیا کریں اس کامل یقین پر دلالت کرتا ہے جو آپؐ کو اس تعلیم پر تھا جس پر آپؐ لوگوں کو چلانا چاہتے تھے ورنہ ایک مفتری انسان جو جانتا ہو کہ ایک تعلیم پر چلنا نہ چلنا ایک سا ہے اپنی اولاد کو ایسے پوشیدہ وقت میں اس تعلیم پر عمل کرنے کی نصیحت نہیں کر سکتا۔'' چلنا یا نہ چلنا ایک جیسا ہے۔ اپنی تعلیم پر چلنے کی اپنی اولاد کو نصیحت نہیں کر سکتا۔ ''یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ایک آدمی کے دل میں یقین ہو کہ اس تعلیم پر چلے بغیر کمالات حاصل نہیں ہو سکتے۔

تیسری بات وہی ہے جس کے ثابت کرنے کیلئے مَیں نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ آنحضرتؐ ہر ایک بات کے سمجھانے کیلئے تحمل سے کام لیا کرتے تھے اور بجائے لڑنے کے محبت اور پیار سے کسی کو اس کی غلطی پر آگاہ فرماتے تھے

چنانچہ اس موقع پر جب حضرت علیؓ نے آپؐ کے سوال کو اس طرح ردّ کرنا چاہا کہ جب ہم سو جائیں تو ہمارا کیا اختیار ہے کہ ہم جاگیں کیونکہ سویا ہوا انسان اپنے آپ پر قابو نہیں رکھتا۔ جب وہ سو گیا تو اب اسے کیا خبر ہے کہ فلاں وقت آ گیا ہے اب میں فلاں کام کر لوں۔ اللہ تعالیٰ آنکھ کھول دے تو نماز ادا کر لیتے ہیں ورنہ مجبوری ہوتی ہے (کیونکہ اس وقت الارم کی گھڑیاں نہ تھیں) اس بات کو سن کر آنحضرتؐ کو حیرت ہونی ہی تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں جو ایمان تھا وہ کبھی آپؐ کو ایسا غافل نہ ہونے دیتا تھا کہ تہجد کا وقت گزر جائے اور آپؐ کو خبر نہ ہو اس لئے آپؐ نے دوسری طرف منہ کر کے صرف یہ کہہ دیا کہ انسان بات مانتا نہیں جھگڑتا ہے۔ یعنی تم کو آئندہ کیلئے کوشش کرنی چاہئے تھی کہ وقت ضائع نہ ہو نہ کہ اس طرح ٹالنا چاہئے تھا۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں میں نے پھر کبھی تہجد میں ناغہ نہیں کیا۔'' (سیرۃ النبیؐ، انوار العلوم، جلد 1، صفحہ 588 تا 590)

پس یہ واقعہ ہمیں تہجد پڑھنے کی طرف توجہ دلانے کیلئے یاد رکھنا چاہئے۔ اور خاص طور پر مربیان اور واقفین زندگی اور عہدیداران کو اس طرف خاص توجہ دینی چاہئے۔ راتوں کی دعائیں ہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل کو زیادہ کھینچتی ہیں اور آج کل تو دنیا کو تباہی سے بچانے کیلئے ان کی خاص طور پر ضرورت ہے۔

پھر واقعات میں غزوۂ بنو قینُقاع کا ذکر آتا ہے جو دو ہجری میں ہوئی۔ اسکے بارے میں لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ ہجرت کر جانے کے بعد عرب کے کفار کا معاملہ ایک جیسا نہ رہا۔ وہ تین قسموں میں بٹ چکے تھے۔ ایک وہ تھے جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط پہ صلح کر لی تھی کہ وہ نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کریں گے اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف آپؐ کے دشمنوں کی مدد کریں گے۔ یہ معاہدہ کرنے والے یہود کے تینوں قبائل بنو قُریظہ، بنو نَضِیر اور بنو قَینُقَاع تھے۔ دوسرے وہ تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کی اور وہ قریش تھے۔ تیسرے وہ لوگ تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انجام کے منتظر تھے جیسے عرب کے دیگر قبائل۔ ان کی صورتحال بھی ایک جیسی نہیں تھی۔ ان میں کچھ ایسے تھے جو دل ہی دل میں یہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہو جائے جیسے قبیلہ بنو خُزَاعہ تھا۔ بعض لوگوں کا معاملہ اس کے برعکس تھا جیسے بنو بَکر کے لوگ تھے۔ کچھ ایسے بھی تھے جو ظاہر طور پر مسلمانوں کے ساتھ تھے لیکن اندر خانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کا ساتھ دیتے تھے۔ یہ منافقین تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب یہود سے معاہدہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے مابین معاہدہ لکھا گیا۔ ہر قوم اپنے حلیف کے ساتھ مل گئی۔ اب آپؐ نے اپنے اور ان کے مابین امان نامہ لکھا۔ ان پر بہت سی شرائط عائد کیں۔ ان میں سے ایک شرط یہ تھی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کسی دشمن کی مدد نہیں کریں گے۔ (سبل الھدیٰ والرشاد، جلد 4، صفحہ 179، دار الکتب العلمیۃ بیروت، 1993ء) یہ تو معاہدہ تھا۔ اب بنو قینقاع کی جو فتنہ انگیزی تھی اسکے بارے میں تاریخ میں جو حوالے آتے ہیں اس میں ابن اسحاق کہتے ہیں کہ شَاس بِن قَیس نامی ایک بوڑھا شخص جس کا دل مسلمانوں کے بارے میں کینہ اور حسد سے بھرا ہوا تھا۔ ایک مرتبہ اوس اور خزرج سے تعلق رکھنے والے کچھ صحابہؓ ایک مجلس میں اکٹھے بیٹھے گفتگو کر رہے تھے کہ شَاس بن قیس کا ادھر سے گزر ہوا۔ اس نے جب انہیں زمانہ جاہلیت کی دشمنی بھلا کر اسلام کی بدولت آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرتے اور صلح صفائی کے ساتھ مل جل کر بیٹھتے دیکھا تو وہ جل کر رہ گیا۔ بَنُو قَیْلَہ یعنی اوس اور خزرج کے سردار اس شہر میں متحد ہو چکے تھے۔ اس نے بے ساختہ بنو قیلہ، اوس اور خزرج کے ان سرداروں کو کہا جو متحد ہو گئے تھے کہ اللہ کی قسم! جب ان کے معزز لوگ متحد ہو گئے تو ہمارے لیے یہاں ان کے ساتھ رہنے کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ بھڑکانے کی کوشش کی۔ اس کے ساتھ ایک یہودی نوجوان تھا۔ اس نے اسے یہ حکم دیا کہ تم ان کے پاس جاؤ اور ان کے ساتھ بیٹھ جاؤ۔ پھر ان کے سامنے جنگ بُعَاث اور اس سے پہلے کے واقعات کا ذکر چھیڑو اور اس کے متعلق انہوں نے آپس میں جو اشعار کہے تھے ان میں سے بھی کچھ شعر سناؤ۔ جنگ بُعَاث زمانہ جاہلیت میں اوس اور خزرج کے درمیان برپا ہوئی تھی جس میں اوس کو خزرج پر کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ اس وقت اوس کا سردار حُضَیر بن سِمَاک اَشْہَلِی تھا۔ یہ حضرت اُسَیدؓ کا والد تھا۔ خزرج کا سردار عَمْرو بِن نُعْمَان بَیَاضِی تھا۔ یہ دونوں اس جنگ میں مارے گئے تھے۔ اس جوان یہودی نے مسلمانوں میں بیٹھ کر وہی ذکر چھیڑا اور آگ بھڑکائی۔ اوس اور خزرج کے سوئے ہوئے پرانے جذبات پھر بھڑک اٹھے اور وہ مشتعل ہو گئے۔ ان کے درمیان تُو تُو مَیں مَیں شروع ہو گئی۔ وہ آپس میں جھگڑنے اور ایک دوسرے پر فخر جتانے لگے۔ بات اس قدر بڑھ گئی کہ دونوں قبیلوں میں سے ایک ایک آدمی آمنے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور آپس میں تکرار کرنے لگے۔ مقابلہ بڑھ گیا۔ اوس کی طرف سے اُوس بن قَیْظِی تھے اور خزرج کی طرف سے جَبَّار بن صَخْر۔ بحث کے دوران ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہہ دیا کہ اگر تم چاہو تو ہم اس جنگ کو اب دوبارہ چھیڑ کر تازہ کر دیں۔ چنانچہ دونوں فریق غصہ میں آ گئے اور بولے ہم تیار ہیں۔ اب ایک طرف مسلمان ہو چکے ہیں۔ دوسری طرف یہ جہالت بھی ساتھ چل رہی ہے۔ اور پھر یہ کہنے لگے کہ تمہارے وعدے کی جگہ حَرَّہ ہے۔ مدینہ دو حرّوں کے درمیان ایک حرّہ ہے۔ حَرَّہ سیاہ پتھریلی زمین کو کہتے ہیں اور مشرق کی جانب حرّۂ واقم ہے اور اس کو حرّۂ بنو قریظہ بھی کہتے ہیں۔ دوسرا حَرَّۃُ الوَبُرَہ ہے جو مغرب کی جانب ہے۔ ایک مشرق کی جانب ایک مغرب کی جانب۔ دونوں (یعنی حرۃ الوبُرَہ اور مدینہ) کے درمیان میں تین میل کا فاصلہ ہے۔ ساتھ ہی یہ شور برپا ہو گیا۔ ہتھیار! ہتھیار! اسکے بعد ماحول انتہائی گرم ہو گیا اور دونوں طرف سے زور و شور سے جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں۔ دونوں قبیلوں کے لوگ وقت مقررہ پر حرہ کی طرف نکل پڑے۔ قریب تھا کہ ایک خونریز جنگ شروع ہو جاتی لیکن اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ساری صورتحال کی اطلاع پہنچ گئی۔ خبر سنتے ہی آپؐ فوراً مہاجر صحابہؓ کو ساتھ لے کر اوس اور خزرج کے لوگوں کے پاس تشریف لے گئے۔ آپؐ نے نہایت حکیمانہ انداز میں ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ! اللہ! میرے ہوتے ہوئے جاہلیت کی پکار؟ وہ بھی اس کے بعد کہ اللہ نے تمہیں اسلام کی ہدایت نصیب فرمائی ہے۔ اس کے ذریعہ سے تمہیں عزت بخشی ہے۔ تم سے جاہلیت کے اثرات کا خاتمہ فرما دیا ہے۔ تمہیں کفر سے نجات دلائی ہے اور تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی ہے۔

ان چیزوں کے باوجود اب تم یہ جہالت کر رہے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس گفتگو کا ان پر ایسا زبردست اثر ہوا کہ انہوں نے اپنے فعل پر سخت ندامت کا اظہار کیا اور رونا شروع کر دیا۔ اوس اور خزرج کے لوگ جو ایک دوسرے سے لڑنے جھگڑنے کیلئے اکٹھے ہوئے تھے ایک دوسرے سے گلے ملے۔ پھر سمع و طاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ واپس آ گئے۔ یہ سیرت ابن ہشام کی تفصیل ہے۔

(سیرت ابن ہشام، صفحہ 385-386، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء) (فرہنگ سیرت، صفحہ 101-102، زوار اکیڈمی کراچی)

یہود کی طرف سے معاہدہ کی خلاف ورزی کے بارے میں لکھا ہے کہ جب غزوۂ بدر میں اللہ تعالیٰ نے

مسلمانوں کو شاندار فتح عطا فرمائی تو ان لوگوں کی سرکشی کھل کر سامنے آ گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے ان کا حسد ظاہر ہو گیا۔ اپنی اس جلن اور بغض کی وجہ سے انہوں نے اپنے معاہدے کو ختم کر دیا۔ انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ اے محمد! آپ خیال کرتے ہیں کہ ہم آپ کی قوم جیسے ہیں۔ آپ خود فریبی میں مبتلا نہ ہوں کہ آپ نے ایک ایسی قوم سے مقابلہ کیا جو جنگ سے اناڑی اور ناواقف ہے اور آپ کو ان پر غلبہ کا موقع مل گیا یعنی جنگِ بدر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ مکہ کے کافروں کو تو آپؐ نے شکست دے دی ہم ایسے نہیں ہیں۔ ہم بہت بہادر ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر ہم نے آپؐ سے جنگ کی تو آپؐ کو پتہ چل جائے گا کہ مرد تو ہم ہیں اور یہود کے تینوں قبائل میں سے جنہوں نے سب سے پہلے معاہدے کی خلاف ورزی اور غداری کی وہ بنوقینقاع کے یہودی تھے۔

ان کی مسلمانوں کے ساتھ جو چھیڑ چھاڑ تھی اس شرارت کے بارے میں یہ ایک واقعہ بھی لکھا ہے کہ جو ایک مسلمان عورت کا ہے۔ لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی عداوت کے اظہار کے ساتھ ساتھ یہ واقعہ بھی ہوا کہ ایک انصاری کی بیوی اپنا تجارتی سامان لے کر بنوقینقاع کے بازار میں آئی جس میں اونٹ اور بکریاں وغیرہ تھیں تا کہ یہ مال فروخت کر کے نفع حاصل کرے۔ یہ مال اس نے بنوقینقاع کے بازار میں فروخت کیا اور اس کے بعد وہیں ایک یہودی سنار کے پاس بیٹھ گئی کوئی زیور وغیرہ لینے کیلئے۔ اس نے اپنے بدن اور چہرے کو چھپایا ہوا تھا۔ کچھ اوباش یہودیوں نے اس سے چہرہ ظاہر کرنے پر اصرار کیا جس پر اس نے انکار کر دیا۔ اس پر دکاندار سنار نے اٹھ کر اس کے نقاب کا ایک کونہ چپکے سے اس کی پشت کی طرف کسی چیز سے باندھ دیا یا ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ اس نے خاموشی سے اس کی چادر کا ایک سرا ایک کانٹے یا کیل میں الجھا دیا۔ عورت کو اس بات کا پتہ نہ چل سکا۔ جب وہ عورت جانے کیلئے کھڑی ہوئی تو کپڑا الجھا ہوا ہونے کی وجہ سے کھل گیا اور اس کا ننگ ظاہر ہو گیا۔ اس پر یہودیوں نے قہقہے لگائے۔ عورت نے ان کی اس بیہودگی پر چیخنا شروع کر دیا۔ قریب ہی ایک مسلمان گزر رہا تھا اس نے جیسے ہی یہودیوں کی یہ شرارت دیکھی وہ یہودی سنار کی طرف جھپٹا اور تلوار سے اس کو قتل کر دیا۔ یہ دیکھ کر یہودیوں نے اس مسلمان پر حملہ کیا اور اسے قتل کر ڈالا۔ اس واقعہ کے بعد مسلمانوں میں بنو قینقاع کے یہودیوں کے خلاف سخت غم وغصہ پیدا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلوں کو فرمایا کہ اس قسم کی حرکتوں کیلئے ہمارا اور ان کا معاہدہ نہیں ہوا تھا۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ کہنے لگے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اللہ اور اس کے رسولؐ اور مسلمانوں کا ساتھی ہوں اور ان کافروں کے معاہدے سے بری ہوتا ہوں۔ (السیرۃ الحلبیہ، جلد 2، صفحہ 284، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، 2002ء) (سیرت ابن ہشام، صفحہ 514، دارالکتب العلمیۃ 2001ء) بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوقینقاع کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن انہوں نے بجائے سمجھنے کے کھلی دھمکی دینی شروع کر دی۔

اس کی تفصیل یوں لکھی ہے کہ بنوقینقاع کو جمع کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے گروہ یہود! اللہ سے ایسی تباہی نازل ہونے سے بچنے کی کوشش کرو جیسی بدر کے موقع پر قریش کے اوپر نازل ہوئی ہے۔ اس لیے مطیع وفرمانبردار بن جاؤ کیونکہ تم جانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا رسول ہوں اور اس حقیقت کو تم اپنی کتاب میں درج پاتے ہو اور اس عہد کو بھی جو اللہ نے تم سے لیا تھا۔ انہوں نے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ شاید یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بھی آپ کی قوم والوں کی طرح ہیں۔ اس دھوکہ میں نہ رہئے کیونکہ اب تک آپ کو ایسی ہی قوم سے واسطہ پڑا ہے جو جنگ اور اس کے طریق نہیں جانتے۔ لہٰذا آپ نے انہیں آسانی سے زیر کر لیا لیکن خدا کی قسم! اگر آپ نے ہم سے جنگ کی تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ کیسے بہادروں سے پالا پڑا ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب غزوۂ بدر کے موقع پر یہود کی بدعہدی کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو بنوقینقاع کے بازار میں جمع کر کے یہ تنبیہ فرمائی تھی۔

بہر حال یہ تنبیہ کی تھی۔ اس پر ان کا یہ جواب تھا۔ اس کے بعد بنوقینقاع کے یہود وہاں سے جا کر قلعہ بند ہو گئے۔ یہ ساری باتیں ہوئیں تو وہ چلے گئے اور اپنے قلعہ میں چلے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف روانہ ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابُولبابہؓ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنایا۔ آپؐ کا جھنڈا سفید رنگ کا تھا اور اسے آپؐ کے چچا حضرت حمزہؓ اٹھائے ہوئے تھے۔ بنوقینقاع کا محاصرہ کیا گیا۔ اس کی تفصیل میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ دن تک بنوقینقاع کے یہودیوں کا سخت محاصرہ کیے رکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوہ کیلئے شوال کی پندرہ تاریخ کو روانہ ہوئے اور ذوالقعدہ کے چاند تک وہیں رہے۔

(السیرۃ الحلبیہ، جلد 2، صفحہ 285، دارالکتب العلمیۃ بیروت، 2002ء) (سبل الھدیٰ والرشاد، جلد 4، صفحہ 179، دارالکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب پیدا فرما دیا۔ بنوقینقاع کے ان یہودیوں میں چار سو جنگجو تھے جو قلعہ کی حفاظت پہ مامور تھے اور تین سو زرہ پوش تھے۔ آخر محاصرے سے تنگ آ کر یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہمارا راستہ چھوڑ دیں تو ہم مدینہ سے جلاوطن ہو کر ہمیشہ کیلئے چلے جائیں گے اور صرف ہماری عورتوں اور بچوں کو ہمارے لیے چھوڑ دیں جنہیں ہم اپنے ساتھ لے جائیں اور باقی مال و دولت آپ رکھ لیں اور مال میں ہتھیار وغیرہ بھی شامل ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی یہ بات قبول فرما لی اور انہیں مدینہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔ سیرت الحلبیہ میں اس طرح درج ہے۔

(ماخوذ از السیرۃ الحلبیہ، جلد 2، صفحہ 285 و 287، مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

لیکن سیرت کی اکثر کتب میں یہ بھی لکھا ہے۔ عبداللہ بن اُبَی بن سَلُول کے حوالے سے یہ روایت ہے کہ اس موقع پر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بار بار حاضر ہوا۔ وہ کیونکہ بنوقینقاع کا حلیف تھا اس لیے اس نے بار بار سفارش اور التجا کی اور مختلف طریقوں سے اس امر کا اظہار کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنوقینقاع کو معاف کر دیں۔ ان کو قتل نہ کریں اور انہیں جانے دیں اور انہیں بخش دیں۔

(سبل الھدی والرشاد، جلد 4، صفحہ 179-180، دارالکتب العلمیۃ بیروت 1993ء) (سیرت ابن ہشام، صفحہ 514، دارالکتب العلمیۃ 2001ء) (شرح الزرقانی علی المواھب اللدنی، جلد 2، صفحہ 351، دارالکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

اس روایت سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قتل کا ارادہ فرمایا تھا اور یہ کہ عبداللہ بن اُبَی کی مسلسل سفارش سے ان کو معاف کیا گیا تھا لیکن یہ درست نہیں ہے۔

کبھی آپؐ نے ان کی عورتوں، بچوں یا ان لوگوں کو قتل کرنے کا ارادہ نہیں فرمایا۔ درحقیقت اس طرح کی جو روایات ہیں وہ مشکوک ہیں۔ چنانچہ ایسی روایات پر محاکمہ کرتے ہوئے ایک مؤرخ سید برکات احمد ہیں۔ ان کی کتاب میں لکھا ہے کہ یہود کے ہتھیار ڈال دینے کے بعد جب عبداللہ بن اُبَی حضورؐ کی خدمت میں آیا اور بولا میرے آدمیوں کیلئے نرمی کا برتاؤ کیجئے گا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا ستیاناس ہو مجھے چھوڑ دے۔ ابن اُبَی نے جواب دیا ہرگز نہیں۔ واللہ! میں آپؐ کو جانے نہیں دوں گا جب تک آپؐ میرے آدمیوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ نہیں کریں گے۔ کیا آپؐ ان کو تہ تیغ کر دیں گے۔ خدا کی قسم! مجھے پورا یقین ہے کہ حالات تبدیل ہو کر رہیں گے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھی بات ہے۔ تو تم ہی انہیں لے جاؤ۔ ابن اسحاق، واقدی اور ابنِ سعد تینوں اس قصہ کو بیان کرتے ہیں۔ ان تینوں کو پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عبداللہ بن اُبَی کا کچھ اثر تھا لیکن خود عبداللہ بن اُبَی کے سفارشی الفاظ مشتبہ معلوم ہوتے ہیں۔ ابن اسحاق کے بیان میں اس کا قطعاً اظہار نہیں ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسی بات فرمائی ہو جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکے کہ آپؐ بنوقینقاع کو تہ تیغ کر دینے کا ارادہ کر چکے تھے۔ ایک مؤرخ سے تو یہ ثابت نہیں ہوتا۔ واقدی کے ہاں اس ارادہ کی طرف اشارہ ضرور ملتا ہے اور اسی بات کو ابن سعد نے بھی دہرایا ہے لیکن اس موقع پر ہمیں یہ بات ذہن میں ضرور رکھنی چاہئے کہ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سیاسی راہنما بھی تھے لیکن دشمنوں کے ساتھ بے جا سختی کا معاملہ کبھی نہیں کرتے تھے۔ آپؐ تشدد کو ناپسند کرتے تھے اور میدان جنگ میں بھی اگر جاتے تو بوجہ مجبوری جاتے تھے اور وہاں بھی خواہ مخواہ خونریزی سے پرہیز کرتے تھے۔

(ماخوذ از رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یہود حجاز از سید برکات احمد، صفحہ 98-99، مکتبہ عالیہ لاہور)

بہر حال محاصرہ تو ہوا تھا اور انہوں نے پناہ بھی مانگی تھی۔ اس لیے بنوقینقاع کی جلاوطنی بھی ہوئی۔ اس کی تفصیل یوں ہے۔ اس یہودی قبیلہ کی درخواست کے مطابق ان کو جلاوطن کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور یہود کو مدینہ سے جلاوطن کرنے کی ذمہ داری آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عُبَادَہ بن صامتؓ کے سپرد فرمائی اور مدینہ سے تین دن میں نکل جانے کی مہلت دی۔ چنانچہ وہ تین دن میں مدینہ سے چلے گئے، نکل گئے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہود نے عبادہؓ سے مزید مہلت طلب کی لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے ایک گھنٹے کی مزید مہلت نہیں دی اور اپنی نگرانی میں جلاوطن کیا۔ یہ لوگ یہاں سے نکل کر اَذْرِعَات کے علاقے میں چلے گئے جو شام کی طرف ایک شہر ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ جلاوطن کرنے پر حضرت محمد بن مَسْلَمہؓ کو مامور فرمایا تھا۔ عین ممکن ہے کہ دونوں کو یہ ذمہ داری سپرد کی ہو۔

بہر حال جب وہ لوگ چلے گئے تو یہود کے گھروں سے کافی ہتھیار ملے کیونکہ یہ دوسرے یہودیوں میں سے سب سے زیادہ مالدار اور سب سے زیادہ بہادر اور جنگجو لوگ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہتھیاروں میں سے اپنے لیے تین کمانیں، دو زرہیں، تین تلواریں اور تین نیزے منتخب فرمائے۔ کمانوں کے نام کَتُوم، رَوْحَاء اور بَیْضَاء ہے۔ کتوم غزوۂ احد میں ٹوٹ گئی تھی۔ دو زرہیں جن کے نام صَغْدِیَہ اور فِضَّہ ہیں۔ اسی طرح تین نیزے اور تین تلواریں منتخب فرمائیں۔ ایک تلوار کو قَلَعِی دوسرے کو بَتَّار کہا جاتا تھا۔ تیسری کا کوئی نام نہیں تھا۔ سیرت الحلبیہ کی یہ روایت ہے۔ (السیرۃ الحلبیہ، جلد دوم، صفحہ 287، مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، 2002ء)

ارشاد باری تعالیٰ

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا (سورۃ النساء: 46)

ترجمہ: اور اللہ دوست ہونے کے لحاظ سے کافی ہے اور اللہ ہی کافی ہے بطور مددگار

DAR FRUIT CO. KULGAM
B.O AHMED FRUITS
Prop. Khawaja Masood Ahmad Dar Asnoor (Kashmir)
Contact: 9622584733, 7006066375 (Saqib)

(معجم البلدان، جلد 1، صفحہ 165، المکتبۃ العصریۃ)

بنوقینقاع کے غزوے کا ذکر سیرت خاتم النبیینؐ میں یوں ہے: ’’جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے تھے اس وقت مدینہ میں یہود کے تین قبائل آباد تھے۔ ان کے نام بنوقینقاع، بنونضیر اور بنوقریظہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں آتے ہی ان قبائل کے ساتھ امن وامان کے معاہدے کر لئے اور آپس میں صلح اور امن کے ساتھ رہنے کی بنیاد ڈالی۔ معاہدہ کی رو سے فریقین اس بات کے ذمہ دار تھے کہ مدینہ میں امن وامان قائم رکھیں اور اگر کوئی بیرونی دشمن مدینہ پر حملہ آور ہو تو سب مل کر اس کا مقابلہ کریں۔ شروع شروع میں تو یہود اس معاہدہ کے پابند رہے اور کم از کم ظاہری طور پر انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ کوئی جھگڑا پیدا نہیں کیا لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمان مدینہ میں زیادہ اقتدار حاصل کرتے جاتے ہیں تو ان کے تیور بدلنے شروع ہو گئے اور انہوں نے مسلمانوں کی اس بڑھتی ہوئی طاقت کو روکنے کا تہیہ کر لیا اور اس غرض کیلئے انہوں نے ہر قسم کی جائز وناجائز تدابیر اختیار کرنا شروع کیں۔ حتیٰ کہ انہوں نے اس بات کی کوشش سے بھی دریغ نہیں کیا کہ مسلمانوں کے اندر پھوٹ پیدا کر کے خانہ جنگی شروع کرا دیں۔ چنانچہ روایت آتی ہے کہ ایک موقعہ پر قبیلہ اوس اور خزرج کے بہت سے لوگ اکٹھے بیٹھے ہوئے باہم محبت واتفاق سے باتیں کر رہے تھے کہ بعض فتنہ پرداز یہود نے اس مجلس میں پہنچ کر جنگِ بُعاث کا تذکرہ شروع کر دیا۔ یہ وہ خطرناک جنگ تھی جو ان دو قبائل کے درمیان ہجرت سے چند سال قبل ہوئی تھی اور جس میں اوس اور خزرج کے بہت سے لوگ ایک دوسرے کے ہاتھ سے مارے گئے تھے۔‘‘ جیسے پہلے بھی تفصیل سے ذکر ہو چکا ہے۔ ’’اس جنگ کا ذکر آتے ہی بعض جوشیلے لوگوں کے دلوں میں پرانی یاد تازہ ہو گئی اور گزشتہ عداوت کے منظر آنکھوں کے سامنے پھر گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ باہم نوک جھونک اور طعن وتشنیع سے گزر کر نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اسی مجلس میں مسلمانوں کے اندر تلوار کھچ گئی مگر خیر گزری کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بروقت اسکی اطلاع مل گئی اور آپؐ مہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ فوراً موقعہ پر تشریف لے آئے اور فریقین کو سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کیا اور پھر ملامت بھی فرمائی کہ تم میرے ہوتے ہوئے جاہلیت کا طریق اختیار کرتے ہو اور خدا کی اس نعمت کی قدر نہیں کرتے کہ اس نے اسلام کے ذریعہ تمہیں بھائی بھائی بنا دیا ہے۔ انصار پر آپؐ کی نصیحت کا ایسا اثر ہوا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور وہ اپنی اس حرکت سے تائب ہو کر ایک دوسرے سے بغلگیر ہو گئے۔

جب جنگِ بدر ہو چکی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مسلمانوں کو باوجود ان کی قلت اور بے سروسامانی کے قریش کے ایک بڑے جرّار لشکر پر نمایاں فتح دی اور مکہ کے بڑے بڑے عمائد خاک میں مل گئے تو مدینہ کے یہودیوں کی آتشِ حسد بھڑک اٹھی اور انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ کھلم کھلا نوک جھونک شروع کر دی اور مجلسوں میں برملا طور پر کہنا شروع کیا کہ قریش کے لشکر کو شکست دینا کون سی بڑی بات تھی ہمارے ساتھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقابلہ ہو تو ہم بتا دیں کہ کس طرح لڑا کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ ایک مجلس میں انہوں نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ پر اسی قسم کے الفاظ کہے۔ چنانچہ روایت آتی ہے کہ جنگِ بدر کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو آپؐ نے ایک دن یہودیوں کو جمع کر کے ان کو نصیحت فرمائی اور اپنا دعویٰ پیش کر کے اسلام کی طرف دعوت دی۔ آپؐ کی اس پُرامن اور ہمدردانہ تقریر کا رؤسائے یہود نے ان الفاظ میں جواب دیا کہ ’’اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تم شاید چند قریش کو قتل کر کے مغرور ہو گئے ہو۔ وہ لوگ لڑائی کے فن سے ناواقف تھے۔ اگر ہمارے ساتھ تمہارا مقابلہ ہو تو تمہیں پتہ لگ جاوے کہ لڑنے والے ایسے ہوتے ہیں۔‘‘ یہود نے صرف عام دھمکی پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے بھی منصوبے شروع کر دیئے تھے کیونکہ روایت آتی ہے کہ جب ان دنوں میں طَلُحہ بن بَرَاء جو ایک مخلص صحابی تھے فوت ہونے لگے تو انہوں نے وصیت کی کہ اگر میں رات کو مروں تو نماز جنازہ کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہ دی جاوے تا ایسا نہ ہو کہ میری وجہ سے آپؐ پر یہود کی طرف سے کوئی حادثہ گزر جاوے۔ الغرض جنگِ بدر کے بعد یہود نے کھلم کھلا شرارت شروع کر دی اور چونکہ مدینہ کے یہود میں بنوقینقاع سب میں زیادہ طاقتور اور بہادر تھے اس لئے سب سے پہلے انہی کی طرف سے عہد شکنی شروع ہوئی۔ چنانچہ مورخین لکھتے ہیں کہ......

مدینہ کے یہودیوں میں سے سب سے پہلے بنوقینقاع نے اس معاہدہ کو توڑا جو اُن کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہوا تھا اور بدر کے بعد انہوں نے بہت سرکشی شروع کر دی اور برملا طور پر بغض وحسد کا اظہار کیا اور عہد وپیمان کو توڑ دیا۔

مگر باوجود اس قسم کی باتوں کے مسلمانوں نے اپنے آقا کی ہدایت کے ماتحت ہر طرح سے صبر سے کام لیا اور اپنی طرف سے کوئی پیش دستی نہیں ہونے دی مگر حدیث میں آتا ہے کہ اس معاہدہ کے بعد جو یہود کے ساتھ ہوا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاص طور پر یہود کی دلداری کا خیال رکھتے تھے۔‘‘

ان کی طرف سے دشمنی کا روّیہ تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دلداری کا روّیہ۔ ’’چنانچہ ایک دفعہ ایک مسلمان اور ایک یہودی میں کچھ اختلاف ہو گیا۔ یہودی نے حضرت موسیٰؑ کی تمام انبیاء پر فضیلت بیان کی۔ صحابی کو اس پر غصہ آیا اور اس نے یہودی کے ساتھ کچھ سختی کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل الرسل بیان کیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپؐ ناراض ہوئے اور اس صحابی کو ملامت فرمائی اور کہا کہ ’’تمہارا یہ کام نہیں کہ تم خدا کے رسولوں کی ایک دوسرے پر فضیلت بیان کرتے پھرو۔‘‘ اور پھر آپؐ نے موسیٰ کی ایک جزوی فضیلت بیان کر کے اس یہودی کی دلداری فرمائی مگر باوجود اس دلدارانہ سلوک کے یہودی اپنی شرارت میں ترقی کرتے گئے اور بالآخر خود یہود کی طرف سے ہی جنگ کا باعث پیدا ہوا اور ان کی قلبی عداوت ان کے سینوں میں سما نہ سکی اور یہ اس طرح پر ہوا کہ ایک مسلمان خاتون بازار میں ایک یہودی کی دکان پر کچھ سودا خریدنے کیلئے گئی۔‘‘ جیسا کہ تفصیل سے ذکر ہو چکا ہے۔ ’’بعض شریر یہودیوں نے جو اس وقت اس دکان پر بیٹھے ہوئے تھے اسے نہایت اوباشانہ طریق پر چھیڑا اور خود دکاندار نے یہ شرارت کی کہ اس عورت کے تہ بند کے نچلے کونے کو اسکی بے خبری کی حالت میں کسی کانٹے وغیرہ سے اس کی پیٹھ کے کپڑے سے ٹانک دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ عورت ان کے اوباشانہ طریق کو دیکھ کر وہاں سے اٹھ کر لوٹنے لگی تو وہ ننگی ہو گئی۔ اس پر اس یہودی دکاندار اور اسکے ساتھیوں نے زور سے ایک قہقہہ لگایا اور ہنسنے لگ گئے۔ مسلمان خاتون نے شرم کے مارے ایک چیخ ماری اور مدد چاہی۔ اتفاق سے ایک مسلمان اس وقت قریب موجود تھا۔ وہ لپک کر موقعہ پر پہنچا اور باہم لڑائی میں یہودی دکاندار مارا گیا۔ جس پر چاروں طرف سے اس مسلمان پر تلواریں برس پڑیں اور وہ غیور مسلمان وہیں پر ڈھیر ہو گیا۔ مسلمانوں کو اس واقعہ کا علم ہوا تو غیرت قومی سے ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور دوسری طرف یہود جو اس واقعہ کو لڑائی کا بہانہ بنانا چاہتے تھے ہجوم کر کے اکٹھے ہو گئے اور ایک بلوہ کی صورت پیدا ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپؐ نے رؤسائے بنوقینقاع کو جمع کر کے کہا کہ یہ طریق اچھا نہیں۔‘‘ اب آپؐ کا طریقہ دیکھ لیں۔ کس طرح آپؐ نے کوشش کی کہ کسی طرح یہ معاملہ ٹھنڈا ہو۔ ’’تم ان شرارتوں سے باز آ جاؤ اور خدا سے ڈرو۔ انہوں نے بجائے اسکے کہ اظہار افسوس وندامت کرتے اور معافی کے طالب بنتے سامنے سے نہایت متمردانہ جواب دیئے۔‘‘ یعنی بڑی سرکشی اور نافرمانی والا جواب دیا ’’اور پھر وہی دھمکی دہرائی کہ بدر کی فتح پر غرور نہ کرو۔ جب ہم سے مقابلہ ہو گا تو پتہ لگ جائے گا کہ لڑنے والے ایسے ہوتے ہیں۔ ناچار آپؐ صحابہؓ کی ایک جمعیت کو ساتھ لے کر بنوقینقاع کے قلعوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ اب یہ آخری موقعہ تھا کہ وہ اپنے افعال پر پشیمان ہوتے۔‘‘ جب آپؐ روانہ ہوئے تب بھی معافی مانگ لیتے تو معاملہ ختم ہو جاتا۔ ’’مگر وہ سامنے سے جنگ پر آمادہ تھے۔ الغرض جنگ کا اعلان ہو گیا اور اسلام اور یہودیت کی طاقتیں ایک دوسرے کے مقابل پر نکل آئیں۔ اس زمانہ کے دستور کے مطابق جنگ کا ایک طریق یہ بھی ہوتا تھا کہ اپنے قلعوں میں محفوظ ہو کر بیٹھ جاتے تھے اور فریق مخالف قلعوں کا محاصرہ کر لیتا تھا اور موقعہ موقعہ پر گاہے گاہے ایک دوسرے کے خلاف حملے ہوتے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ یا تو محاصرہ کرنے والی فوج قلعہ پر قبضہ کرنے سے مایوس ہو کر محاصرہ اٹھا لیتی تھی اور یہ محصورین کی فتح سمجھی جاتی تھی اور یا محصورین مقابلہ کی تاب نہ لا کر قلعہ کا دروازہ کھول کر اپنے آپ کو فاتحین کے سپرد کر دیتے تھے۔ اس موقعہ پر بھی بنوقینقاع نے یہی طریق اختیار کیا اور اپنے قلعوں میں بند ہو کر بیٹھ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ کیا اور پندرہ دن تک برابر محاصرہ جاری رہا۔ بالآخر جب بنوقینقاع کا سارا زور اور غرور ٹوٹ گیا تو انہوں نے اس شرط پر اپنے قلعوں کے دروازے کھول دیئے کہ ان کے اموال مسلمانوں کے ہو جائیں گے مگر ان کی جانوں اور ان کے اہل وعیال پر مسلمانوں کا کوئی حق نہیں ہو گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط کو منظور فرما لیا کیونکہ گو موسوی شریعت کی رو سے یہ سب لوگ واجب القتل تھے اور معاہدہ کی رو سے ان لوگوں پر موسوی شریعت کا فیصلہ ہی جاری ہونا چاہئے تھا مگر اس قوم کا یہ پہلا جرم تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحیم وکریم طبیعت انتہائی سزا کی طرف جو ایک آخری علاج ہوتا ہے ابتدائی قدم پر مائل نہیں ہو سکتی تھی لیکن دوسری طرف ایسے بدعہد اور معاند قبیلہ کا مدینہ میں رہنا بھی ایک مارِ آستین کے پالنے سے کم نہ تھا۔ خصوصاً جب اوس اور خزرج کا ایک منافق گروہ پہلے سے مدینہ میں موجود تھا اور بیرونی جانب سے بھی تمام عرب کی مخالفت نے مسلمانوں کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ ایسے حالات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی فیصلہ ہو سکتا تھا کہ بنوقینقاع مدینہ سے چلے جائیں۔ یہ سزا ان کے جرم کے مقابل میں اور نیز اس زمانہ کے حالات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک بہت نرم سزا تھی اور دراصل اس میں صرف خود حفاظتی کا پہلو ہی مدنظر تھا۔ ورنہ عرب کی خانہ بدوش اقوام کے نزدیک نقل مکان کوئی بڑی بات نہ تھی۔ خصوصاً جبکہ کسی قبیلہ کی جائیدادیں زمینوں اور باغات کی صورت میں نہ ہوں جیسا

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں کچھ خرچ کرتا ہے

اسے اس کے بدلہ میں سات سو گنا ثواب ملتا ہے

(ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب فضل النفقۃ فی سبیل اللہ)

طالب دعا: سید وسیم احمد وافراد خاندان (جماعت احمدیہ سورو ضلع بالاسور، صوبہ اڈیشہ)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سچائی نیکی کی طرف اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے

اور جو انسان ہمیشہ سچ بولے اللہ کے نزدیک وہ صدیق لکھا جاتا ہے

(مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب قبح الکذب وحسن الصدق وفضلہ)

طالب دعا: شیخ صادق علی وافراد خاندان (جماعت احمدیہ تالبرکوٹ، صوبہ اڈیشہ)

کہ بنوقینقاع کی نہیں تھیں۔'' کوئی ان کی جائیدادیں ایسی نہیں تھیں جو غیر منقولہ ہوں۔ زمینیں یا اس قسم کی جائیدادیں جن پر ان کا انحصار ہو۔'' اور پھر سارے کے سارے قبیلہ کو بڑے امن وامان کے ساتھ ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ جا کر آباد ہونے کا موقعہ مل جاوے۔ چنانچہ بنوقینقاع بڑے اطمینان کے ساتھ مدینہ چھوڑ کر شام کی طرف چلے گئے۔ ان کی روانگی کے متعلق ضروری اہتمام اور نگرانی وغیرہ کا کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی عبادہ بن صامتؓ کے سپرد فرمایا تھا جو ان کے حلفاء میں سے تھے۔'' یہ ان کے یعنی بنوقینقاع کے حلیف تھے۔'' چنانچہ عبادہ بن صامتؓ چند منزل تک بنوقینقاع کے ساتھ گئے اور پھر انہیں حفاظت کے ساتھ آگے روانہ کر کے واپس لوٹ آئے۔ مالِ غنیمت جو مسلمانوں کے ہاتھ آیا وہ صرف آلاتِ حرب اور آلاتِ پیشہ زرگری پر مشتمل تھا۔

بنوقینقاع کے متعلق بعض روایتوں میں ذکر آتا ہے کہ جب ان لوگوں نے اپنے قلعوں کے دروازے کھول کر اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا تو ان کی بدعہدی اور بغاوت اور شرارتوں کی وجہ سے آپؐ کا ارادہ ان کے جنگجو مردوں کو قتل کروا دینے کا تھا مگر عبداللہ بن اُبَی بن سَلُول رئیس منافقین کی سفارش پر آپؐ نے یہ ارادہ ترک کر دیا لیکن محققین نے ان روایات کو صحیح تسلیم نہیں کیا کیونکہ جب دوسری روایات میں یہ صریحاً مذکور ہے کہ بنوقینقاع نے اس شرط پر دروازے کھولے تھے کہ ان کی اور ان کے اہل وعیال کی جان بخشی کی جائے گی تو یہ ہرگز نہیں ہوسکتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس شرط کو قبول کر لینے کے بعد دوسرا طریق اختیار فرماتے'' اور اس شرط کو توڑ دیتے۔'' البتہ بنوقینقاع کی طرف سے جان بخشی کی شرط کا پیش ہونا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ خود ہی سمجھتے تھے کہ ان کی اصل سزا قتل ہی ہے مگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رحم کے طالب تھے اور یہ وعدہ لینے کے بعد اپنے قلعے کا دروزاہ کھولنا چاہتے تھے کہ ان کو قتل کی سزا نہیں دی جاوے گی لیکن گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رحیم النفسی سے انہیں معاف کر دیا تھا مگر معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی نظر میں یہ لوگ اپنی بداعمالی اور جرائم کی وجہ سے اب دنیا کے پردے پر زندہ چھوڑے جانے کے قابل نہیں تھے۔ چنانچہ روایت آتی ہے کہ جس جگہ یہ لوگ جلاوطن ہو کر گئے تھے وہاں انہیں ابھی ایک سال کا عرصہ بھی نہ گزرا تھا کہ ان میں کوئی ایسی بیماری وغیرہ پڑی کہ سارے کا سارا قبیلہ اس کا شکار ہو کر پیوند خاک ہو گیا۔

غزوۂ بنوقینقاع کی تاریخ کے متعلق کسی قدر اختلاف ہے۔ واقدی اور ابن سعد نے شوال دو ہجری بیان کی ہے اور متاخرین نے'' بعد میں آنے والے مؤرخین نے'' زیادہ تر اِسی کی اتباع کی ہے۔ لیکن ابن اسحاق اور ابن ہشام نے اسے غزوہ سَوِیق کے بعد رکھا ہے جو مسلمہ طور پر ماہ ذی الحجہ دو ہجری کے شروع میں ہوا تھا اور حدیث کی ایک روایت میں یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ غزوۂ بنوقینقاع حضرت فاطمہؓ کے رخصتانہ کے بعد ہوا تھا کیونکہ اس روایت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے ولیمہ کی دعوت کا خرچ مہیا کرنے کیلئے یہ تجویز کی تھی کہ بنوقینقاع کے ایک یہودی زرگر کو ساتھ لے کر جنگل میں جائیں اور وہاں سے اذخر گھاس لاکر مدینہ کے زرگروں کے پاس فروخت کریں۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے رخصتانہ کے وقت جو عام مؤرخین کے نزدیک ذوالحجہ دو ہجری میں ہوا تھا ابھی تک بنوقینقاع مدینہ میں ہی تھے۔ ان وجوہات کی بناء پر'' حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کہتے ہیں کہ'' میں نے غزوہ بنوقینقاع کو غزوۂ سویق اور حضرت فاطمہؓ کے رخصتانہ کے بعد اَواخر 2 ہجری میں رکھا ہے۔

......اس موقعہ پر یہ ذکر بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ غزوۂ بنوقینقاع کا سبب بیان کرتے ہوئے مسٹر مارگولیس نے اپنی طرف سے ایک عجیب وغریب بات بنا کر لکھی ہے جس کا قطعاً کسی روایت میں اشارہ تک نہیں آتا۔ بخاری میں ایک روایت آتی ہے کہ حضرت حمزہؓ نے شراب کے نشہ میں (اس وقت تک ابھی شراب حرام نہیں ہوئی تھی) حضرت علیؓ کے وہ اونٹ مار دیئے تھے جو انہیں جنگِ بدر کی غنیمت میں حاصل ہوئے تھے۔ اس منفرد واقعہ کو بغیر کسی قسم کی تاریخی سند کے غزوۂ بنوقینقاع کے ساتھ جوڑ کر مسٹر مارگولیس رقمطراز ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنوقینقاع پر اس غرض سے چڑھائی کی تھی کہ تا اس کی غنیمت سے حضرت علیؓ کے اس نقصان کی تلافی کریں۔'' کوئی بے تکی بات جوڑی ہے۔'' تاریخ نویسی میں یہ جرأت غالباً اپنی مثال آپ ہی ہے اور پھر لطف یہ ہے کہ مسٹر مارگولیس اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ میں نے یہ بات اپنی طرف سے قیاس کر کے زائد کی ہے۔''

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے، صفحہ 457 تا 462)

حوالے تو کوئی نہیں ملے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اس لیے اَور کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ دو اونٹوں کی قیمت کیلئے ایک قبیلے سے پوری جنگ کی جائے۔ عجیب سوچیں ہیں ان کی۔ مستشرقین یا غیر مسلم تاریخ دان جو ہیں مسلمانوں کے بغض اور عداوت میں اتنے بڑھے ہوئے ہیں کہ تاریخ کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا ان کیلئے بڑا آسان ہے اور یہ اکثر جگہ نظر آتا ہے۔ بہر حال اس ضمن میں باقی باتیں ان شاء اللہ آئندہ۔

آج کل دنیا کے جو حالات ہیں مَیں دعا کیلئے ان کی یاددہانی دوبارہ کروا دوں۔ حماس اور اسرائیل کی جنگ اور اس کے نتیجہ میں معصوم فلسطینی عورتوں اور بچوں کی شہادتیں بڑھتی جا رہی ہیں۔

جنگ کے حالات جس تیزی سے شدت اختیار کر رہے ہیں اور اسرائیل کی حکومت اور بڑی طاقتیں جس پالیسی پر عمل کرتی نظر آ رہی ہیں اس سے تو عالمی جنگ اب سامنے کھڑی نظر آ رہی ہے۔ اور اب تو بعض مسلمان ملکوں کے سربراہوں نے بھی کھل کے یہ کہنا شروع کر دیا ہے۔ روس، چین نے بھی اور اسی طرح مغربی تجزیہ نگاروں نے بھی یہ کہنا اور لکھنا شروع کر دیا ہے کہ اب جنگ کا یہ دائرہ وسیع ہوتا نظر آ رہا ہے۔

اگر فوری حکمت والی پالیسی اختیار نہ کی گئی تو دنیا کی تباہی ہے۔ سب کچھ خبروں میں آ رہا ہے۔ آپ سب کے سامنے صورتحال ہے۔ اس لیے احمدیوں کو دعاؤں کی طرف خاص توجہ دینی چاہئے۔ relax نہ ہو جائیں۔ کم از کم ہر نماز میں ایک سجدہ یا کم از کم کسی ایک نماز میں ایک سجدہ تو ضرور اس کیلئے ادا کرنا چاہئے۔ اس میں دعا کرنی چاہئے۔

مغربی دنیا کا تو کسی بھی ملک کا سربراہ ہو وہ اس معاملے میں انصاف سے کام لینا نہیں چاہتا۔ نہ اس بارے میں کچھ کہنے کی جرأت رکھتا ہے۔ احمدی ان بحثوں میں نہ پڑیں کہ کس ملک کا وزیراعظم یا سربراہ اچھا ہے اور کس کا اچھا نہیں اور اس کو یہ نہیں کہنا چاہئے۔ مسلمانوں کو اس کے خلاف نہیں بولنا چاہئے۔ یہ سب فضول باتیں ہیں۔

جب تک کوئی جرأت سے جنگ بندی کی کوشش نہیں کرتا وہ بہر حال دنیا کو تباہی کی طرف لے جانے کا ذمہ دار ہے۔ پس اپنے ماحول میں دعاؤں کے ساتھ اس بات کو پھیلانے کی کوشش کریں کہ ظلم کو روکو۔ اگر کسی احمدی کے کسی سے تعلقات ہیں تو اسے سمجھائیں۔ یہی جرأت ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کا معیار ہے۔ اسرائیلی حکومت کے نمائندے کہتے ہیں کہ حماس نے ہمارے معصوموں کو مارا، ہم بدلہ لیں گے اور یہ بدلہ اب تمام حدیں پار کر گیا ہے۔ جتنا اسرائیلی جانوں کو نقصان ہوا ہے جو بیان کی جاتی ہیں اس سے چار پانچ گنا زیادہ فلسطینی جانوں کا نقصان ہو چکا ہے۔

اگر ان کا حماس کو ختم کرنے کا ٹارگٹ ہے جیسے یہ کہتے ہیں تو پھر ان سے دُوبدُو جنگ کریں۔ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو کیوں نشانہ بنا رہے ہیں؟ پھر پانی، خوراک، علاج سب سے ان لوگوں کو محروم کر دیا ہے۔ حقوقِ انسانی اور جنگوں کے اصول کے ان حکومتوں کے تمام دعوے یہاں آ کر ختم ہو جاتے ہیں۔ ہاں بعض اس طرف توجہ بھی دلاتے ہیں جیسے گذشتہ دنوں امریکہ کے سابق صدر اوبامہ نے کہا تھا کہ جنگ اگر کرنی بھی ہے تو جنگی اصولوں کو سامنے رکھنا چاہئے۔ سویلین پر ظلم نہیں ہونا چاہئے۔

یو این (UN) کے سیکرٹری جنرل صاحب بھی بولے تھے۔ اس پر اسرائیلی حکومت نے شور مچا دیا۔ تو باقی دنیا کے امن کے دعویداروں نے جو اپنے آپ کو سب سے بڑا امن کو قائم کرنے والا سمجھتے ہیں یا چیمپئن سمجھتے ہیں سیکرٹری جنرل کے بیان کی تائید میں کچھ نہیں بولے بلکہ انہوں نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔ بہر حال حالات خطرناک ہیں اور خطرناک تر ہوتے جا رہے ہیں۔

مغربی میڈیا ایک طرف کی خبریں تو بڑھا چڑھا کر دیتا ہے اور دوسری طرف کی ایک کونے میں چھوٹی سی خبر۔ جیسے گذشتہ دنوں رہائی پانے والی جو عورتیں تھیں ان میں سے ایک عورت نے کہا کہ مجھ سے قید میں بہتر سلوک ہوا۔ اس کی خبر تو ایک کونے میں چلی گئی اور جو یہ بیان ہے کہ حماس کی قید جہنم تھی اسے مستقل بڑی خبر کا حصہ بنا کے پیش کیا جاتا ہے۔

انصاف تو یہ ہے کہ سب صورتحال سامنے رکھی جائے پھر دنیا کو اپنا فیصلہ کرنے دیں کہ کون ظالم ہے، کون مظلوم ہے اور کس حد تک یہ جنگ جائز ہے اور کہاں جا کے یہ ختم ہونی چاہئے۔

دنیا کے سامنے ساری صورتحال آنی چاہئے نہ کہ ایک طرفہ رائے۔ بہر حال ہمیں دعاؤں کی طرف بہت توجہ دینی چاہئے۔ ظلم کو ختم کرنے کیلئے اپنے دائرے میں کوشش بھی کرنی چاہئے اور دعا بھی۔

مسلمان مظلوموں کیلئے بھی اور مسلمان حکومتوں کو ایک جامع اور دیرپا منصوبہ بندی کیلئے بھی دعا کرنی چاہئے۔ مسلمانوں کی مشکلات دُور ہونے کیلئے ہمیں خاص درد رکھنا چاہئے۔

ہم تو اس مسیح موعودؑ کے ماننے والے ہیں جس نے مسلمانوں کیلئے باوجود اس کے کہ ہمیں ان سے تکلیفیں پہنچتی رہتی ہیں اپنے جذبات کا اظہار یوں کیا کہ'' اے دل تو نیز خاطر اینان نگاہ دار کاخر کنند دعوئے حب پیمبرمؐ''

(ازالۂ اوہام حصہ اوّل، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 182)

اے دل! تُو ان لوگوں کا لحاظ رکھ۔ آخر وہ میرے پیغمبرؐ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا ہے کہ ہم مسلمانوں کیلئے بہت دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق بھی دے اور مسلمانوں کو بھی اور دنیا کو عقل بھی دے۔ ......☆......☆......☆......

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

خدائے تعالیٰ اپنی طرف آنے والے کی سعی اور کوشش کو ضائع نہیں کرتا

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 124)

طالبِ دُعا: صبیحہ کوثر و افراد خاندان (جماعت احمدیہ بھونیشور، صوبہ اڈیشہ)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ سے اصلاح چاہنا اور اپنی قوت خرچ کرنا یہی ایمان کا طریق ہے۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 125)

طالبِ دُعا: جے عظیم احمد ولد مکرم جے وسیم احمد صاحب امیر ضلع محبوب نگر (صوبہ تلنگانہ)

سیرت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم. اے. رضی اللہ عنہ)

قتل کعب بن اشرف جمادی الآخرۃ 3 ہجری (بقیہ حصہ)

دوسرا سوال قتل کے طریق سے تعلق رکھتا ہے۔ سو اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ عرب میں اس وقت کوئی باقاعدہ سلطنت نہ تھی، بلکہ ہر شخص اور ہر قبیلہ آزاد اور خود مختار تھا۔ ایسی صورت میں وہ کون سی عدالت تھی جہاں کعب کے خلاف مقدمہ دائر کر کے باقاعدہ قتل کا حکم حاصل کیا جاتا؟ کیا یہود کے پاس اسکی شکایت کی جاتی جن کا وہ سردار تھا اور جو خود مسلمانوں کے خلاف غداری کر چکے تھے اور آئے دن فتنے کھڑے کرتے رہتے تھے؟ کیا مکہ کے قریش کے سامنے مقدمہ پیش کیا جاتا جو مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے؟ کیا قبائل سلیم وغطفان سے دادرسی چاہی جاتی جو گزشتہ چند ماہ میں تین چار دفعہ مدینہ پر چھاپہ مارنے کی تیاری کر چکے تھے؟ اس وقت کی عرب کی حالت پر غور کرو اور پھر سوچو کہ مسلمانوں کیلئے سوائے اسکے وہ کون سا راستہ کھلا تھا کہ جب ایک شخص کی اشتعال انگیزی اور تحریک جنگ اور فتنہ پردازی اور سازش قتل کی وجہ سے اسکی زندگی کو اپنے لئے اور ملک کے امن کیلئے خطرناک پاتے تو خود حفاظتی کے خیال سے موقع پا کر اسے خود قتل کر دیتے کیونکہ یہ بہت بہتر ہے کہ ایک شریر اور مفسد آدمی قتل ہو جاوے بجائے اسکے کہ بہت سے پرامن شہریوں کی جان خطرے میں پڑے اور ملک کا امن برباد ہو۔ پھر جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ اس معاہدہ کی رو سے جو ہجرت کے بعد مسلمانوں اور یہود کے درمیان ہوا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک معمولی شہری کی حیثیت حاصل نہ تھی، بلکہ آپؐ اس جمہوری سلطنت کے صدر قرار پائے تھے جو مدینہ میں قائم ہوئی تھی اور آپؐ کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ جملہ تنازعات اور امور سیاسی میں جو فیصلہ مناسب خیال کریں صادر فرمائیں۔ پس اگر آپؐ نے ملک کے امن کے مفاد میں کعب کی فتنہ پردازی کی وجہ سے اسے واجب القتل قرار دیا تو آج تیرہ سو سال گزرنے پر جبکہ اس زمانہ کے بہت سے تفصیلی حالات بھی ہمارے سامنے موجود نہیں ہیں کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ آپؐ کے فیصلہ پر عدالت اپیل بن کر بیٹھے۔ خصوصاً جبکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ خود یہود نے کعب کی اس سزا کو اس کے جرموں کی روشنی میں واجبی سمجھ کر خاموشی اختیار کی اور اس پر اعتراض نہیں کیا اور اگر یہ اعتراض کیا جاوے کہ ایسا کیوں نہیں کیا گیا کہ قتل کا حکم دینے سے پہلے یہود کو بلا کر ان کو کعب کے یہ جرم سنائے جاتے اور حجت پوری کرنے کے بعد اسکے قتل کا باقاعدہ اور برملا طور پر حکم دیا جاتا، تو اسکا جواب اوپر گزر چکا ہے کہ اس وقت حالات ایسے نازک ہو رہے تھے کہ ایسا طریق اختیار کرنے سے بین الاقوام پیچیدگیوں کے بڑھنے کا سخت خطرہ تھا اور کوئی تعجب نہ تھا کہ مدینہ میں ایک خطرناک سلسلہ کشت وخون اور خانہ جنگی کا شروع ہو جاتا۔ پس ان کاموں کی طرح جو جلد اور خاموشی کے ساتھ ہی کر گزرنے سے فائدہ مند ہوتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امن عامہ کے خیال سے یہی مناسب سمجھا کہ خاموشی کے ساتھ کعب کی سزا کا حکم جاری کر دیا جاوے مگر اس میں قطعاً کسی قسم کے دھوکے کا دخل نہ تھا اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ منشاء تھا کہ یہ سزا ہمیشہ کیلئے بصیغہ راز رہے کیونکہ جونہی یہود کا وفد دوسرے دن صبح آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ نے فوراً بلا توقف انہیں ساری سرگزشت سنا دی اور اس فعل کی پوری پوری ذمہ داری اپنے اوپر لے کر یہ ثابت کر دیا کہ اس میں کوئی دھوکے وغیرہ کا سوال نہیں ہے اور یہودیوں کو یہ بات واضح طور پر بتا دی کہ فلاں فلاں خطرناک جرموں کی بنا پر کعب کے متعلق یہ سزا تجویز کی گئی تھی جو میرے حکم سے جاری کی گئی ہے۔ اس وفد نے آپؐ کے اس بیان کی معقولیت کو تسلیم کیا اور کعب کے جرموں کو اسکی سزا کا کافی اور جائز باعث یقین کرتے ہوئے خاموش ہو گئے۔

باقی رہا یہ اعتراض کہ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو اور فریب کی اجازت دی سو یہ بالکل غلط ہے اور صحیح روایات اس کی مکذب ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قطعاً اور غلط بیانی کی اجازت نہیں دی بلکہ صحیح بخاری کی روایت کے بموجب جو اصح الروایات ہے جب محمد بن مسلمہ نے آپؐ سے یہ دریافت کیا کہ کعب کو خاموشی کے ساتھ قتل کرنے کیلئے تو کوئی بات کہنی پڑے گی تو آپ نے ان عظیم الشان فوائد کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو خاموش سزا کے محرک تھے جواب میں صرف اس قدر فرمایا کہ ''ہاں'' اور اس سے زیادہ اس موقع پر آپؐ کی طرف سے یا محمد بن مسلمہ کی طرف سے قطعاً کوئی تشریح یا توضیح نہیں ہوئی اور ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف یہ مطلب تھا کہ محمد بن مسلمہ اور ان کے ساتھی جو کعب کے مکان پر جا کر اسے باہر نکال کر لائیں گے تو اس موقع پر انہیں لازماً کوئی ایسی بات کہنی ہوگی جس کے نتیجہ میں کعب رضامندی اور خاموشی کے ساتھ گھر سے نکل کر ان کے ساتھ آ جاوے اور اس میں ہرگز کوئی قباحت نہیں ہے۔ آخر جنگ کے دوران میں جاسوس وغیرہ جو اپنے فرائض ادا کرتے ہیں تو ان کو بھی اسی قسم کی باتیں کہنی ہی پڑتی ہے جس پر کبھی کسی عقل مند کو اعتراض نہیں ہوا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن تو بہرحال پاک ہے۔ باقی رہا محمد بن مسلمہ وغیرہ کا معاملہ جنہوں نے وہاں جا کر عملاً اس قسم کی باتیں کیں۔ سو ان کی گفتگو میں بھی درحقیقت کوئی بات خلاف اخلاق نہیں ہے۔ انہوں نے حقیقتاً کوئی غلط بیانی نہیں کی۔ البتہ اپنے مشن کی غرض وغایت کو مدنظر رکھتے ہوئے کچھ ذومعنیین الفاظ ضرور کہے مگر ان کے بغیر چارہ نہیں تھا اور حالات جنگ میں ایک اچھی اور نیک غرض کے ماتحت سادہ اور صاف گوئی کے طریق سے اس قدر خفی انحراف ہرگز کسی عقل مند دیانت دار شخص کے نزدیک قابل اعتراض نہیں ہو سکتا۔ بلکہ حق یہ ہے کہ محمد بن مسلمہ اور ان کے ساتھیوں کی یہ گفتگو اس نیک اثر کی ایک بہت عمدہ اور دلچسپ دلیل ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے آپؐ کے صحابہ پر پیدا کیا تھا۔ عرب کے لوگوں کی اسلام سے قبل کیا حالت تھی؟ کیا اس میں کوئی شک ہے کہ وہ ہر قسم کے گندوں میں مبتلا تھے اور دھوکہ فریب تو گویا ان کی فطرت کا حصہ بن چکا تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قلیل صحبت نے ان کے قلوب پر اس قدر گہرا اثر پیدا کیا کہ بولنا تو درکنار رہا وہ ایک نہایت اچھی اور نیک غرض کے ماتحت بھی سادہ اور صاف گوئی کے طریق سے ذرا بھر بھی ادھر ادھر نہیں ہونا چاہتے تھے۔ چنانچہ اس خطرناک موقع پر بھی جو کعب بن اشرف کی شرانگیزی نے پیدا کر دیا تھا ان کو صاف گوئی کے راستے سے ایک نہایت خفی انحراف کرنے کیلئے بھی اپنے آقا کی اجازت کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ان کے اس نمونے کے مقابلہ میں اگر یہ دیکھا جاوے کہ آج کل دنیا میں ہر قوم وملت میں اس ے اصول کے ماتحت کہ ایک نیک غرض کیلئے ہر کام کرنا جائز ہے کیا کچھ ظلم ڈھایا جاتا اور کیسے مظالم اور اکاذیب روا رکھے جاتے ہیں تو عقل حیران رہ جاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پاک اور معجزہ نما اثر کی دل سے تعریف نکلتی ہے جو آپ کی تربیت نے عرب کے جاہل اور وحشی لوگوں میں ایسے قلیل عرصہ میں پیدا کیا۔

کیا جنگ میں جھوٹ بولنا اور دھوکا دینا جائز ہے

بعض روایتوں میں یہ مذکور ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اَلۡحَرۡبُ خُدۡعَةٌ یعنی ''جنگ تو ایک دھوکا ہے۔'' اور اس سے نتیجہ یہ نکالا جاتا ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جنگ میں دھوکے کی اجازت تھی۔ حالانکہ اول تو اَلۡحَرۡبُ خُدۡعَةٌ کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جنگ میں دھوکا کرنا جائز ہے بلکہ اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ ''جنگ خود ایک دھوکا ہے۔'' یعنی جنگ کے نتیجہ کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کیا ہوگا۔ یعنی جنگ کے نتیجہ پر اتنی مختلف باتیں اثر ڈالتی ہیں کہ خواہ کیسے ہی حالات ہوں نہیں کہہ سکتے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا اور ان معنوں کی تصدیق اس بات سے ہوتی ہے کہ حدیث میں یہ روایت دو طرح سے مروی ہوئی ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلۡحَرۡبُ خُدۡعَةٌ یعنی ''جنگ ایک دھوکا ہے۔'' اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ سَمَّی الۡحَرۡبُ خُدۡعَةٌ ''یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کا نام دھوکا رکھا تھا'' اور دونوں کے ملانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ کا منشاء یہ نہیں تھا کہ جنگ میں دھوکا کرنا جائز ہے بلکہ یہ تھا کہ جنگ خود ایک دھوکا دینے والی چیز ہے، لیکن اگر ضرور اسکے یہی معنی کئے جائیں کہ جنگ میں دھوکا جائز ہے تو پھر بھی یقیناً اس جگہ دھوکے سے جنگی تدبیر اور حیلہ مراد ہے جھوٹ اور فریب ہرگز مراد نہیں ہے کیونکہ اس جگہ خُدۡعَةٌ کے معنے داؤ پیچ اور تدبیر جنگ کے ہیں جھوٹ اور فریب کے نہیں ہیں۔ پس مطلب یہ ہے کہ جنگ میں اپنے دشمن کو کسی حیلہ اور تدبیر سے غافل کر کے قابو میں لے آنا یا مغلوب کر لینا منع نہیں ہے اور اس قسم کے داؤ پیچ کی صورتیں مختلف ہو سکتی ہیں۔ مثلاً صحیح روایات سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مہم میں نکلتے تھے تو عموماً اپنا منزل مقصود ظاہر نہیں فرماتے تھے اور بعض اوقات ایسا بھی کرتے تھے کہ جانا تو جنوب کی طرف ہوتا تھا، مگر شروع شروع میں شمال کی طرف رخ کر کے روانہ ہو جاتے تھے اور پھر چکر کاٹ کر جنوب کی طرف گھوم جاتے تھے یا جب کبھی کوئی شخص پوچھتا تھا کہ کدھر سے آئے ہو تو بجائے مدینہ کا نام لینے کے قریب یا دور کے پڑاؤ کا نام لے دیتے تھے یا اسی قسم کی کوئی اور جائز جنگی تدبیر اختیار فرماتے تھے یا جیسا کہ قرآن شریف میں اشارہ کیا گیا ہے صحابہ بعض اوقات ایسا کرتے تھے کہ دشمن کو غافل کرنے کیلئے میدان جنگ سے پیچھے ہٹنا شروع کر دیتے تھے اور جب دشمن غافل ہو جاتا تھا اور اس کی صفوں میں ابتری پیدا ہو جاتی تھی تو پھر اچانک حملہ کر دیتے تھے اور یہ ساری صورتیں اس خُدۡعَةٌ کی ہیں جسے حالات جنگ میں جائز قرار دیا گیا ہے اور اب بھی جائز سمجھا جاتا ہے، لیکن یہ کہ جھوٹ اور غداری وغیرہ سے کام لیا جاوے اس سے اسلام نہایت سختی کے ساتھ منع کرتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عموماً فرمایا کرتے تھے کہ ''اسلام میں خدا کے ساتھ شرک کرنے اور والدین کے حقوق تلف کرنے کے بعد تیسرے نمبر پر جھوٹ بولنے کا گناہ سب سے بڑا ہے۔'' نیز فرماتے تھے کہ ایمان اور بزدلی ایک جگہ جمع ہو سکتے ہیں، ایمان اور بخل ایک جگہ جمع ہو سکتے ہیں مگر ایمان اور جھوٹ کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ اور دھوکے اور غداری کے متعلق فرماتے تھے کہ جو شخص غداری کرتا ہے وہ قیامت کے دن خدا کے سخت عتاب کے نیچے ہوگا۔ الغرض جنگ میں جس قسم کے خُدۡعَةٌ کی اجازت دی گئی ہے وہ حقیقی دھوکا یا جھوٹ نہیں ہے بلکہ اس سے وہ جنگی تدابیر مراد ہیں جو جنگ میں دشمن کو غافل کرنے یا اسے مغلوب کرنے کیلئے اختیار کی جاتی ہیں اور جو بعض صورتوں میں ظاہری طور پر جھوٹ اور دھوکے کے مشابہ تو سمجھی جا سکتی ہیں مگر وہ حقیقتاً جھوٹ نہیں ہوتیں۔ چنانچہ مندرجہ ذیل حدیث ہمارے اس خیال کی مصدق ہے۔

عَنۡ اُمِّ کُلۡثُوۡمَ بِنۡتِ عَقۡبَةَ بۡنِ اَبِیۡ مُعِیۡطٍ قَالَتۡ لَمۡ اَسۡمَعِ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یُرَخِّصُ فِیۡ شَیۡءٍ مِمَّا یَقُوۡلُ النَّاسُ کِذۡبٌ اِلَّا فِیۡ ثَلَاثٍ اَلۡحَرۡبِ وَالۡاِ صۡلَاحِ بَیۡنَ النَّاسِ وَحَدِیۡثِ الرَّجُلِ امۡرَاَتَہٗ وَحَدِیۡثِ الۡمَرۡأَةِ زَوۡجَهَا

یعنی ''ام کلثوم بنت عقبہ روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف تین موقعوں کیلئے ایسی باتوں کی اجازت دیتے سنا جو حقیقتاً تو جھوٹ نہیں ہوتیں مگر عام لوگ انہیں غلطی سے جھوٹ سمجھ سکتے ہیں۔ اوّل جنگ۔ دوم لڑے ہوئے لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا موقع اور سوم جبکہ مرد اپنی عورت سے یا عورت اپنے مرد سے کوئی ایسی بات کرے جس میں ایک دوسرے کو راضی اور خوش کرنا مقصود ہو۔''

یہ حدیث اس بات میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں چھوڑتی کہ جس قسم کے خُدۡعَةٌ کی جنگ میں اجازت دی گئی ہے، اس سے جھوٹ اور دھوکا مراد نہیں ہے بلکہ وہ باتیں مراد ہیں جو بعض اوقات جنگی تدابیر کے طور پر اختیار کرنی ضروری ہوتی ہیں اور جو ہر قوم اور ہر مذہب میں جائز سمجھی گئی ہیں۔

کعب بن اشرف کا واقعہ ذکر کرنے کے بعد ابن ہشام نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کعب کے قتل کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اب جس یہودی پر تم قابو پاؤ اسے قتل کر دو۔ چنانچہ ایک صحابی محیصہ نامی نے ایک یہودی پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا تھا اور یہی روایت ابوداؤد نے نقل کی ہے اور دونوں روایتوں کا منبع ابن اسحاق ہے۔ علم روایت کی رو سے یہ روایت کمزور اور ناقابل اعتماد ہے کیونکہ ابن ہشام نے تو اسے بغیر کسی قسم کی سند کے لکھا ہے اور ابوداؤد نے جو سند دی ہے وہ کمزور اور ناقص ہے۔ اس سند میں ابن اسحاق یہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ زید بن ثابت کے ایک آزاد کردہ غلام سے سنا تھا اور اس نامعلوم الاسم غلام نے محیصہ کی ایک نامعلوم الاسم لڑکی سے سنا تھا اور اس لڑکی نے اپنے باپ سے سنا تھا...... الخ۔ اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس قسم کی روایت جس کے دو راوی بالکل نامعلوم الاسم اور مجہول الحال ہوں ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتی اور درایت کے لحاظ سے بھی غور کیا جاوے تو یہ قصہ درست ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عام طریق عمل اس بات کو قطعی طور پر جھٹلاتا ہے کہ آپؐ نے اس قسم کا عام حکم دیا ہو۔ علاوہ ازیں اگر کوئی عام حکم ہوتا تو یقیناً اس

باقی صفحہ نمبر 19 پر ملاحظہ فرمائیں

سیرت المہدی

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے. رضی اللہ عنہ)

(1206) **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ۔(خاکسار عرض کرتا ہے کہ) حضرت والدہ صاحبہ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے سارے مکان کا نام بیت البرکات رکھا ہوا تھا۔ پھر جب وہ مکان بنا جس میں بعد میں میاں شریف رہتے رہے ہیں اور جس میں آج کل ام طاہر احمد رہتی ہیں تو چونکہ اس کا ایک حصہ گلی کی طرف سے نمایاں طور پر نظر آتا تھا اس لئے آپ نے اسکے اس حصہ پر بیت البرکات کے الفاظ لکھوا دیئے جس سے بعض لوگوں نے غلطی سے یہ سمجھ لیا کہ شاید یہ نام اسی حصہ کا ہے حالانکہ حضرت صاحب نے اپنے سارے مکان کا نام بیت البرکات رکھا ہوا تھا۔ علاوہ ازیں حضرت صاحب نے اپنے مکان کے بعض حصوں کے مخصوص نام بھی رکھے ہوئے تھے مثلاً مسجد مبارک کے ساتھ والے کمرہ کا نام بیت الفکر رکھا تھا بلکہ دراصل اس نام میں اس کے ساتھ والا دالان بھی شامل تھا۔ اسی طرح نچلی منزل کے ایک کمرہ کا نام جو اس وقت ڈیوڑھی کے ساتھ ہے، بیت النور رکھا تھا اور تیسری منزل کے اس دالان کا نام جس میں ایک زمانہ میں مولوی محمد علی صاحب رہتے رہے ہیں اور اس وقت ام وسیم احمد رہتی ہیں بیت السلام رکھا تھا۔ نیز حضرت والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ میں نے سنا ہوا ہے کہ جس چوبارہ میں اس وقت مائی کاکو رہتی ہے جو مرزا سلطان احمد صاحب والے مکان کے متصل ہے اور میرے موجودہ باورچی خانہ کے ساتھ ہے اس میں حضرت صاحب نے وہ لمبے روزے رکھے تھے جن کا حضرت صاحب نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے اور یہی وہ کمرہ ہے جس میں حضرت صاحب نے براہین احمدیہ تصنیف کی تھی۔

(1207) **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ۔منشی محمد اسماعیل صاحب سیالکوٹی نے مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت صاحب کا بچہ مبارک احمد فوت ہوا تو اس وقت میں اور مولوی محمد علی صاحب مسجد مبارک کے ساتھ والے کوٹھے پر کھڑے تھے۔ اس وقت اندرون خانہ سے آواز آئی جو دادی کی معلوم ہوتی تھی کہ ’’ہائے او میریا بچیا‘‘ حضرت صاحب نے دادی کو سختی کے ساتھ کہا کہ دیکھو وہ تمہارا بچہ نہیں تھا۔ وہ خدا کا مال تھا جسے وہ لے گیا اور فرمایا یہ نظام الدین کا گھر نہیں ہے۔ منشی صاحب کہتے ہیں کہ انہی دنوں نظام الدین کا ایک لڑکا فوت ہوا تھا جس پر ان کے گھر میں دنیا داروں کے طریق پر بہت رونا دھونا ہوا تھا۔ سو حضرت صاحب نے اس طرف اشارہ کیا تھا کہ میرے گھر میں یہ بات نہیں ہونی چاہئے۔ اس وقت مولوی محمد علی صاحب نے مجھ سے کہا کہ کام بہت خراب ہو گیا ہے کیونکہ اس لڑکے کے متعلق حضرت صاحب کی بہت پیشگوئیاں تھیں اور اب لوگ ہمیں دم نہیں لینے دینگے اور حضرت صاحب کو تو کسی نے پوچھنا نہیں، لوگوں کا ہمارے ساتھ واسطہ پڑنا ہے۔ مولوی صاحب یہ بات کر ہی رہے تھے کہ نیچے مسجد کی طرف سے بلند آواز آئی جو نہ معلوم کس کی تھی کہ تریاق القلوب کا صفحہ چالیس نکال کر دیکھو۔ مولوی صاحب یہ آواز سن کر گئے اور تریاق القلوب کا نسخہ لے آئے۔ دیکھا تو اس کے چالیسویں صفحہ پر حضرت صاحب نے مبارک احمد کے متعلق لکھا ہوا تھا کہ اس کے متعلق مجھے جو الہام ہوا ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ یا تو یہ لڑکا بہت نیک اور دین میں ترقی کرنے والا ہوگا اور یا بچپن میں فوت ہو جائے گا۔ مولوی صاحب نے کہا خیر اب ہاتھ ڈالنے کی گنجائش نکل آئی ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ دادی سے مراد میاں شادی خاں صاحب مرحوم کی والدہ ہے جو مبارک احمد کی کھلاوی تھی اور مبارک احمد اسے دادی کہا کرتا تھا۔ اس پر اس کا نام ہی دادی مشہور ہو گیا۔ بیچاری بہت مخلص اور خدمت گزار تھی۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ مبارک احمد 1907ء میں فوت ہوا تھا جب کہ اسکی عمر کچھ اوپر آٹھ سال کی تھی۔

(1208) **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ۔حضرت مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام آخری دفعہ لاہور تشریف لے گئے تو آپ نے اسی دوران میں لاہور سے خط لکھ کر مولوی محمد علی صاحب کو ایک دن کیلئے لاہور بلایا اور ان کے ساتھ میں بھی لاہور چلا گیا۔ جب مولوی صاحب حضرت صاحب کو ملنے گئے تو حضور انہیں اس برآمدہ میں ملے جو ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان کا برآمدہ جانب سڑک تھا۔ میں یہ خیال کر کے کہ شاید حضرت صاحب نے کوئی بات علیحدگی میں کرنی ہو، ایک طرف کو ہٹنے لگا جس پر حضور نے مجھے فرمایا آپ بھی آجائیں۔ چنانچہ میں بھی حضور کے پاس بیٹھ گیا۔ اس وقت حضور نے مولوی صاحب سے لنگر کے بڑھتے ہوئے اخراجات کا ذکر کیا اور فرمایا کہ میں اس کی وجہ سے بہت فکرمند ہوں کہ لنگر کی آمد کم ہے اور خرچ زیادہ اور مہمانوں کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے اور ان حالات کو دیکھ کر میری روح کو صدمہ پہنچتا ہے۔ اسی ملاقات میں حضور نے مولوی صاحب سے یہ بھی فرمایا کہ میں لاہور میں یہ مہینہ ٹھہروں گا یہاں ان دوستوں نے خرچ اٹھایا ہوا ہے اس کے بعد میں کہیں اور چلا جاؤں گا اور قادیان نہیں جاؤں گا۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب فرماتے ہیں کہ اس وقت میں یہ سمجھا کہ یہ جو حضور نے قادیان واپس نہ جانے کا ذکر کیا ہے غالباً موجودہ پریشانی کی وجہ سے ہے اور مطلب یہ ہے کہ کچھ عرصہ کہیں اور گذار کر پھر قادیان جاؤں گا مگر اب میں سمجھتا ہوں کہ اس سے غالباً حضور کی مراد یہ تھی کہ میری وفات کا وقت آگیا ہے اور اب میرا قادیان جانا نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم

(1209) **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ۔مکرم شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میرے سامنے مولوی قطب الدین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اجازت مانگی کہ وہ حضور کے کسی مزارعہ ذخیلکار سے کچھ زمین خرید لیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا یہ حقوق کا معاملہ ہے اور میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اگر آپ کو اجازت دوں تو پھر دوسروں کو بھی اجازت دینی ہوگی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ قادیان میں کچھ رقبہ تو ہمارا مقبوضہ مملوکہ ہے یعنی اس کی ملکیت بھی ہماری ہے اور قبضہ بھی ہمارا ہے مگر پیشتر رقبہ ایسا ہے کہ وہ ملکیت ہماری ہے لیکن وہ ہمارے قبضہ میں نہیں ہے بلکہ ایسے مزارعین کے قبضہ میں ہے جنہیں ہم بلا کسی خاص قانونی وجہ کے بے دخل نہیں کر سکتے اور نسل بعد نسل انہی کا قبضہ چلتا ہے اور ہمیں ان کی آمد میں سے ایک معین حصہ ملتا ہے۔ یہ لوگ موروثی یا ذخیلکار کہلاتے اور وہ مالکان کی مرضی کے بغیر اپنے قبضہ کی زمین فروخت نہیں کر سکتے۔ مولوی قطب الدین صاحب نے انہی میں سے کسی کی زمین خریدنی چاہی تھی مگر حضرت صاحب نے اجازت نہیں دی اور واقعی عام حالات میں ایسی اجازت دینا فتنہ کا موجب ہے کیونکہ اول تو اگر ایک احمدی کو اجازت دی جائے تو دوسروں کو کیوں نہ دی جائے۔ دوسرے: زمینوں کے معاملات میں بالعموم تنازعات پیش آتے رہتے ہیں اور مالکان اور مزارعان موروثی کے درمیان کئی باتوں میں اختلاف کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ ان حالات میں اگر ہمارے ذخیلکاروں سے جو بالعموم غیر مسلم اور غیر احمدی ہیں، احمدی دوست زمینیں خرید لیں تو پھر ہمارے احمدی احباب کے درمیان تنازعات اور مقدمات کا سلسلہ شروع ہو جانے کا اندیشہ ہے اور اگر ایسا نہ بھی ہو تو کم از کم دلوں میں میل آنے کا احتمال ہے۔ ان حالات میں حضرت صاحب نے اس کی اجازت نہیں دی اور اسی کی اتباع میں آپ کے بعد ہم بھی اجازت نہیں دیتے بلکہ اسی قسم کے وجوہات کی بناء پر ہم عموماً ان دیہات میں بھی اجازت نہیں دیتے جن میں ہم مالکان اعلیٰ ہیں اور دوسرے لوگ مالکان ادنیٰ ہیں اور ایسے دیہات تین ہیں یعنی ننگل اور بھینی اور کھارا۔ گویا قادیان میں تو ہمارا خاندان مالک ہے اور دوسرے لوگ موروثی یا ذخیلکار ہیں اور ننگل، بھینی اور کھارا میں ہم مالکان اعلیٰ ہیں اور دوسرے لوگ مالکان ادنیٰ ہیں۔

(1210) **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ۔میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں نے حضورؑ کی خدمت میں سورۃ الحمد خلف امام پڑھنے کے متعلق سوال کیا۔ فرمایا کہ ’’**قرأت سورۃ الحمد خلف امام بہتر ہے**۔‘‘ میں نے عرض کی کہ اگر نہ پڑھا جائے تو نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ نماز تو ہو جاتی ہے مگر افضل تو یہی ہے کہ سورۃ الحمد خلف امام پڑھا جاوے۔ یہ بھی فرمایا کہ اگر بدوں سورۃ الحمد خلف امام نماز نہ ہوتی ہو تو حنفی مذہب میں بڑے بڑے صالح لوگ گزرے ہیں وہ کس طرح صالح ہو جاتے۔ نماز دونوں طرح سے ہو جاتی ہے۔ فرق صرف افضلیت کا ہے۔‘‘ ایسا ہی آمین بالسرّ پر آمین بالجہر کو ترجیح دی جاتی تھی۔

(1211) **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ۔میر عبدالرحمن صاحب رینج افسر بارہ مولا کشمیر نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ بیان کیا مجھ سے میاں عبد اللہ خان صاحب، ساکن چک ایمرچھ کشمیر نے کہ ’’میں نے حضور علیہ السلام کے پاس اپنا یہ رؤیاء بیان کیا: کئی درختوں کی قطار ہے جن پر گھونسلے ہیں اور ان میں خوبصورت پرندے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ’’یہ مسیح موعود کی جماعت ہے۔‘‘

(1212) **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ۔میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ جب حضور علیہ السلام نے رسالہ فتح اسلام اور توضیح المرام شائع فرمائے تو ان کے سرورق پر مرسل یزدانی کا فقرہ حضور کی طرف منسوب کر کے لکھا ہوا تھا۔ ایک شخص نے اعتراض کیا کہ مرزا صاحب خود کو مرسل یزدانی تحریر کرتے ہیں۔ میں نے معترض کو کہا کہ ممکن ہے کہ مطبع والوں نے لکھ دیا ہو (کیونکہ شیخ نور احمد صاحب کے مطبع ریاض ہند امرتسر میں رسائل موصوفہ طبع ہوئے تھے) جب میں قادیان آیا تو یہ ذکر میں نے حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں کیا۔ حضورؑ نے بلا تأمل جواباً فرمایا: ’’میری اجازت کے بغیر مطبع والے کس طرح لکھ سکتے تھے۔‘‘

(1213) **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ۔میر عبدالرحمن صاحب رینج افسر بارہ مولا کشمیر نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ بیان کیا مجھ سے میاں عبد اللہ خان صاحب مرحوم ساکن ایمرچھ نے کہ ایک دن سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام جو صبح کے وقت سیر کو نکلے تو مولوی عبد اللہ صاحب حال وکیل کشمیر نے حضور علیہ السلام کے پاس اپنی رویاء بیان کی کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک دریا ہے اور میں اس کے کنارے کھڑا ہوں۔ اس پر حضور علیہ السلام نے مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ ’’اس کا پانی کیسا تھا؟‘‘ مولوی صاحب نے جواب دیا ’’میلا پانی تھا‘‘ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ’’دریا سے مراد دل ہے۔‘‘ راقم ھٰذا کو یہ یاد نہیں رہا کہ میاں عبد اللہ خان صاحب مرحوم نے یہ کہا تھا یا نہیں؟ کہ حضور علیہ السلام نے مولوی صاحب کو اصلاح نفس کی تلقین فرمائی تھی یا نہ؟

مولوی عبد اللہ صاحب وکیل آخر عمر میں بہائی ہو گئے تھے۔ (ناشر)

(سیرۃ المہدی، جلد 2، حصہ چہارم، مطبوعہ قادیان 2008)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف ✿ جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں ✿ ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا

طالبِ دُعا: سیّد زمرود احمد ولد سیّد شعیب احمد اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ بھونیشور (صوبہ اڈیشہ)

سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا دورہ جرمنی (اگست، ستمبر 2023ء)

جلسہ کی اپنی تصاویر شیئر نہ کرو، مردانہ حصہ کی ٹھیک ہیں، عورتوں کی ٹھیک نہیں ہیں

پیغامیوں کو احمدی بنانا آسان ہے، پہلے پیغامیوں کو احمدی بنائیں اور پھر عیسائیوں کو احمدی بنائیں،

پیغامیوں کے پاس تو کچھ نہیں ہے، ان کو تبلیغ کرو اور احمدی بنالو، اپنے اعلیٰ نمونے قائم کرو آپ لوگوں کے نمونے دیکھ کر لوگ آئیں گے

ملاقات کرنے والے مہمانان کرام کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زرّیں نصیحت

مَیں بلاشبہ اس بات سے بہت متاثر ہوں کہ برلن کی مسجد عورتوں نے اپنے جمع شدہ پیسے اور زیورات بیچ کر بنائی

مَیں بہت سے دوسرے جلسوں میں جاتی ہوں، مَیں کہہ سکتی ہوں کہ یہ بات مَیں نے اور کہیں نہیں دیکھی، ایسی مثال بہت کم کوئی قائم کرسکے گا

(بلغاریہ سے Dr. Veronika Stoilova صاحبہ)

میرا پختہ ایمان ہے کہ مستقبل میں دنیا اسلام کے بارہ میں غور و فکر کرے گی اور اسی کے ذریعہ لوگ اپنے خدا کو پہنچاننے والے بنیں گے

(جارجیہ سے Lia Dekanadze صاحبہ)

یہ آپ کا جلسہ ہی ہے جس نے میرے اندر ایسی تبدیلی لائی کہ مَیں جلسہ کے بعد اسلام کے بارہ میں مسلمانوں کے ساتھ گفتگو کرنا پسند کرنے لگ گئی ہوں

(جارجیہ سے Tika Bukiashvili صاحبہ)

جماعت احمدیہ یقیناً اسلام کا حصہ ہے، مَیں نے آپ کے خلیفہ کے خطابات غور سے سنے ہیں اور مَیں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ

آپ لوگوں کو کافر کہنا بالکل غلط ہے، مَیں آپ کے خلیفہ کو مجدد سمجھتا ہوں (جارجیہ سے ایک سنی سکالر Veisel Orujovi صاحب)

اسلامی دنیا میں جماعت احمدیہ کو ایک منفرد مقام حاصل ہے، جماعت احمدیہ جس طرح غیر از جماعت اور غیر مسلموں کے ساتھ رابطہ رکھتی ہے

کوئی اور جماعت ایسا نہیں کرتی، 47ہزار اجنبیوں میں مجھے ذرا بھی اجنبیت کا احساس نہیں ہوا اور مَیں نے اپنے آپ کو بہت محفوظ سمجھا

(لتھوانیا کی یونیورسٹی کی ایک عربی کی پرفیسر Gintare Serekaite صاحبہ)

مَیں نے اور میری دونوں بیٹیوں نے حضور کا بہت نزدیک سے دیدار کیا، اتنا قریب سے کہ مَیں سمجھتی ہوں اگر عیسائیوں کا پوپ ہوتا تو ہم بغیر کسی پابندی کے اتنا قریب نہ آسکتے

(بیلاروس سے تاتسیلنا محمد صاحبہ)

مختلف ممالک سے آنے والے مہمانان کرام کی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور جلسہ کے متعلق ان کے ایمان افروز تاثرات

رپورٹ : مکرم عبدالماجد طاہر صاحب، ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن، یو.کے

4/ستمبر 2023ء بروز سوموار (بقیہ رپورٹ)

بلغاریہ سے آنے والے وفد کی ملاقات

بعد ازاں ملک بلغاریہ (Bulgaria) سے آنے والے وفد نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ ملاقات کی سعادت پائی۔ بلغاریہ سے 40/افراد پر مشتمل وفد جلسہ میں شامل ہوا تھا۔

حضور انور نے فرمایا جو احمدی نہیں ہیں انہوں نے جلسہ سالانہ کیسا دیکھا؟

ایک مہمان نے عرض کیا کہ میں جماعت جرمنی کے سو سال پورے ہونے پر مبارک باد دیتا ہوں۔ آپ کی دعوت کا شکریہ ادا کرتا ہوں میرے تاثرات بہت اچھے ہیں۔

ایک مہمان نے عرض کیا کہ وہ وکیل ہیں اور یونیورسٹی میں استاد ہیں۔ آجکل سیاست میں کام کرتے ہیں۔ حضور انور نے فرمایا کہ پڑھے لکھے لوگوں کو بتائیں کہ جماعت احمدیہ پُرامن جماعت ہے۔ جماعت کا پیغام پہنچائیں۔ اس پر موصوف نے کہا کہ ہم بالکل مدد کریں گے۔ اس لیے میں آیا ہوں۔ اس پر حضور انور نے فرمایا خدا تعالیٰ فضل کرے۔

ایک خاتون نے عرض کیا کہ میں یونیورسٹی کی طالبہ ہوں اور پیدائشی مسلمان ہوں۔ ٹرانسلیٹر ہوں اور ٹیچر بھی ہوں۔ اس پر حضور انور نے فرمایا: ہماری کتابوں کا ترجمہ کرو اس طرح تم اسلام کا اچھا نالج حاصل کرلوگی۔

ایک نوجوان نے عرض کیا کہ وہ پہلے سے احمدی ہیں۔ حضور انور نے اس کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنا علم بڑھاؤ اور اچھا ذریعہ یہی ہے کہ ترجمے کرو۔ اس سے دینی علم بڑھے گا۔ خدا برکت دے۔

☆ ملک بلغاریہ سے آنے والی ایک عیسائی خاتون نتالیہ (Natalia) صاحبہ جو پہلی مرتبہ جلسہ میں شامل ہوئیں۔ کہتی ہیں: یہ جلسہ میرے ذہن میں نقش رہے گا۔ میں نے پہلی بار ہزاروں مسلمانوں کو ایک ساتھ عبادت کرتے دیکھا۔ یہ نہایت خوبصورت نظارہ تھا۔ میں عیسائی ہوں اور اس طرح کے جلسہ میں پہلی بار شامل ہوئی ہوں۔ تمام لوگ ہم سے بہت ادب اور شائستگی سے پیش آتے جس نے ایک عجیب مسرت کا احساس دیا۔ جلسے کا اختتامی حصہ مجھے بہت اچھا لگا جس میں حضور کی تقریر بہت سبق آموز تھی۔ جس چیز نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ یہ تھی کہ سب لوگ ہم سے ایسے ادب سے پیش آتے جیسے ہم بہت خاص ہوں۔ ڈیوٹی پر موجود لوگ اس بات کو یقینی بنانے کی پوری کوشش کر رہے تھے کہ کسی مہمان کو کوئی مشکل نہ ہو۔ پہلے دن ہمیں ترجمہ کے لحاظ سے تھوڑا مسئلہ محسوس ہوا جو کہ بعد میں ٹھیک ہو گیا تھا۔

☆ بلغاریہ سے آنے والی ایک نومبائع خاتون اِیوَیلینا چوبانووَا (Ivelina Chobanova) نے بیان کیا: جلسہ کے یہ تین دن بہت بہترین دن تھے۔ میں آپ کی بلکہ اب 'ہماری' جماعت کی ایک نئی ممبر ہوں۔ جلسہ کی ایک تقریر نے مجھے بے حد متاثر کیا جس کا عنوان تھا 'میں (خدا) ایک مخفی خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں'۔ اس تقریر کا وہ حصہ جس میں ایک بزرگ کی ایک خواب کا ذکر تھا کہ اس نے

خواب میں ایک لڑکے کو نہایت بری حالت میں دیکھا، اس لڑکے کا جواب کہ وہ کون ہے، اس جواب نے میری روح کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ میں اب تک اسی سوچ سے باہر نہیں نکلی۔ جلسہ کے یہ تین دن میرے لیے نہایت ایمان افروز تھے۔

☆بلغاریہ سے آنے والی ایک عیسائی خاتون والنٹینا جوز جیوا (Valentina Georgieva) بیان کرتی ہیں: اس جلسہ میں ایک عجیب پُرسکون ماحول میں تقاریر اور نہایت پیاری نظمیں سننے کا موقع ملا۔ خلیفہ کی تقاریر سے مجھے اسلامی تعلیم کے مطابق، تربیت اولاد، گھریلو ماحول، میاں بیوی، ماں باپ، بچوں کے تعلقات کے متعلق سیکھنے کا موقع ملا اور امن کی تعلیم سے آگاہی ہوئی جس نے مجھے سوچ میں ڈال دیا۔ ویسے تو میرا تعلق عیسائیت سے ہے لیکن اس جلسہ پر میں نے آپ کی جماعت کے افراد کے ساتھ آپ کی عبادت میں حصہ لیا اور خدا سے اپنے خاندان اور قریبی لوگوں کیلئے دعائیں مانگیں۔ میں آپ کا دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں کہ مجھے اس ایمان افروز اور علم افزا ماحول کا حصہ بننے کا موقع دیا۔

☆بلغاریہ سے آنے والی ایک عیسائی خاتون ڈاکٹر ڈیرونیکا ستوئی لووا (Dr. Veronika Stoilova) جو وکیل اور یونیورسٹی لیکچرار ہیں، نے کہا: ایسا بہترین منظم جلسہ منعقد کیا گیا۔ جو چہرہ بھی میں نے دیکھا، کسی پر بھی گھبراہٹ یا غصہ نہیں پایا۔ تمام لوگ بہت مخلص اور ہر طرح ہر وقت مدد کرنے کو تیار نظر آتے۔ ہر شخص اپنی حالت پر شکر گزار تھا۔ بلاشبہ اس تقریب نے مجھے روحانی طور پر بحال کیا۔ تمام تنظیمیں، مرد، عورتیں، یہاں تک کہ بچے بھی بہت منظم تھے۔ مجھے ان دنوں جماعت احمدیہ کے متعلق بہت سی دلچسپ چیزیں سیکھنے کو ملیں مثلاً رواداری اور دوسروں کو باوجود اختلافات کے قبول کرنا۔ میں بلا شبہ اس بات سے بہت متاثر ہوں کہ برلن کی مسجد عورتوں نے اپنے جمع شدہ پیسے اور زیورات بیچ کر بنائی۔ عورتوں کی طرف کا انتظام بھی مجھے بہت اچھا لگا۔ میں بہت سے دوسرے جلسوں میں جاتی ہوں مگر میں کہہ سکتی ہوں کہ یہ بات میں نے اور کہیں نہیں دیکھی۔ ایسی مثال بہت کم کوئی قائم کر سکے گا۔ خلیفہ کی تقاریر نے، روحانیت، انسانیت اور امن کے خیالات نے مجھے بہت متاثر کیا۔ میرا ماننا ہے کہ ہم سب سے پہلے انسان ہیں پھر ملک کے شہری اور پھر مذہبی برادری کا حصہ ہیں۔ ہمیں اپنے درمیان مشترکہ چیزوں کو تلاش کرنا چاہیے نہ کہ اختلافات کو جو ہمیں الگ کریں۔

نائیجر، ساؤ ٹومے، سینیگال
بورکینا فاسو اور بینن سے آنے والے وفود کی ملاقات

اسکے بعد پروگرام کے مطابق افریقن ممالک نائیجر (Niger)، ساؤ ٹومے (Sao Tome)، سینیگال (Senegal)، بورکینا فاسو (Burkina Faso) اور بینن (BENIN) سے آنے والے وفود نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔

نائیجر سے چھ افراد، ساؤ ٹومے سے پانچ افراد، سینیگال سے 13/افراد، بورکینا فاسو سے 35/افراد اور بینن سے 21/افراد پر مشتمل وفد جلسہ جرمنی میں شامل ہوا۔

حضور انور نے صدر صاحبہ لجنہ بینن کو مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ واپس جا کر اپنی لجنہ کو آرگنائز کریں اور اپنی تجنید ٹھیک کریں۔ اس پر موصوفہ نے عرض کیا کہ ان شاء اللہ کروں گی۔

حضور انور نے فرمایا: صدر صاحب انصار اللہ کو بھی کہیں کہ وہ بھی اپنی تجنید ٹھیک کریں۔ احمدیوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے جو تجنید میں ظاہر ہوتی ہے۔

ڈاکٹر کابورے صاحب نے عرض کیا کہ وہ احمدیہ ہسپتال بورکینا فاسو کے انچارج ہیں اور پہلی بار جلسہ پر آئے ہیں۔

ڈاکٹر عبد الناصر صاحب نے عرض کیا کہ وہ آنکھوں کے علاج میں سپیشلائزیشن کریں گے۔

سابق صدر صاحب خدام الاحمدیہ بورکینا فاسو نے بتایا کہ وہ ایک NGO میں پراجیکٹ مینیجر ہیں اور خدام الاحمدیہ میں نائب صدر بھی ہیں۔ جرمنی جلسہ پر پہلی دفعہ آیا ہوں۔ جلسہ یوکے میں دو دفعہ آچکا ہوں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے امیر صاحب بینن سے دریافت فرمایا کہ آپ کو یہاں کا جلسہ زیادہ آرگنائزڈ لگا یا جلسہ سالانہ یوکے، تو اس پر امیر صاحب بینن نے عرض کیا کہ جلسہ سالانہ یوکے زیادہ آرگنائزڈ تھا۔ اس پر حضور انور نے فرمایا جرمنی جماعت کیلئے یہ آئی اوپننگ (eye opening) ہے۔

بعد ازاں افریقہ سے آئے ہوئے سب مبلغین نے باری باری اپنا تعارف کروایا۔

اسکے بعد ساؤ ٹومے سے آنے والے ایک مہمان جو ایڈووکیٹ ہیں اور کونسل کے ہیڈ ہیں۔ انہوں نے بہت شکریہ ادا کیا اور بتایا کہ جماعت ساؤ ٹومے بہت اچھا کام کر رہی ہے۔ موصوف نے حضور کو دعوت دی کہ ساؤ ٹومے تشریف لائیں۔

حضور انور نے فرمایا: میں ساؤ ٹومے کی رپورٹس دیکھتا ہوں وہاں کی تصویریں بھی دیکھی ہیں۔ بہت اچھا کام ہو رہا ہے۔ اور حکومت بھی تعاون کر رہی ہے۔

حضور انور نے فرمایا: بینن میں سکولوں کے انچارج مربی صاحبان ہیں۔ وہاں تبلیغ کرنے والا کوئی نہیں۔ حضور انور نے ملاقات کے آخر پر تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کو قلم عطا فرمائے اور چھوٹے بچوں کو چاکلیٹ عطا فرمائیں۔

جارجیا سے آنے والے وفد کی ملاقات

بعد ازاں پروگرام کے مطابق ملک جارجیا (Georgia) سے آنے والے وفد کے ممبران نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شرف پایا۔

جارجیا سے 34/افراد پر مشتمل وفد جلسہ میں شامل ہوا تھا۔

ایک خاتون عائشہ نے عرض کیا کہ وہ ماسٹرز کر رہی ہیں۔ جلسہ کے تمام انتظامات بہت اچھے تھے۔ یہاں سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ اس پر حضور انور نے فرمایا: اب واپس جا کر اپنے لوگوں کو تعلیم دیں ان کو بتائیں۔

ایک خاتون نے عرض کیا۔ یہاں کے انتظامات میں دیکھا ہے آپ کی لجنہ بہت اچھی آرگنائزڈ اور ٹرینڈ ہیں۔

ایک مہمان نے عرض کیا کہ وہ پولیٹیکل پارٹی کے ممبر ہیں۔ ہیومینٹی فرسٹ جارجیا میں رجسٹرڈ ہے اور بہت اچھا کام کر رہی ہے۔ جلسہ کا تمام انتظام بہت اچھا تھا۔ ہر ایک خدمت میں مصروف تھا۔ ہر ایک نے کامیابی کیلئے کام کیا۔ اپنا حصہ ڈالا اور جلسہ کے پروگرام کو کامیاب کیا۔

ایک مہمان نے عرض کیا کہ حضور کا جارجیا آنے کا کوئی پروگرام ہے تو اس پر حضور انور نے عرض کیا کہ اب آپ نے دعوت دی ہے تو کوئی پلان بناؤں گا۔

ایک مہمان نے عرض کیا کہ جارجیا میں جماعت کے ممبران اور آفیشل کا کسی سیاسی پارٹی پر کوئی اثر ہے؟

اس پر حضور انور نے فرمایا کہ وہاں ہم محدود تعداد میں ہیں کسی کا کسی پر کوئی اثر نہیں ہے۔ جہاں تک مقامی احمدیوں کا تعلق ہے وہ بحیثیت شہری کسی بھی پارٹی میں شامل ہو سکتے ہیں۔

ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ جارجیا میں ہمارے مبلغ موجود ہیں۔ اگر آپ کو کوئی مدد کی ضرورت ہے تو وہ کر دیں گے۔

ایک مہمان نے عرض کیا کہ وہ ڈاکٹر ہیں اور ICU میں ان کی ڈیوٹی ہے۔ جلسہ سالانہ اپنے انتظامات کے لحاظ سے بہت اعلیٰ تھا۔ میں دوسری مرتبہ آیا ہوں۔ جلسہ پہلے سے بہتر تھا۔

☆ایک Georgian خاتون مہمان نے کہا: میں نے آج خلیفہ کے دونوں خطاب سنے اور دونوں خطاب بہت عمدہ تھے اور بہت گہری حکمتوں سے پر تھے۔ خلیفہ کے خطاب سے مجھے آج یہ بات سمجھ آئی ہے کہ حقیقی integration کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے مذہب، قوم اور انسانیت کی خدمت کرے۔ مجھے لگتا ہے کہ خلیفہ بہت گہری سوچ رکھنے والے اور ہر ایک کو سچے دل سے خوش آمدید کہنے والی شخصیت ہیں۔ مجھے خلیفہ کی تلاوت بہت پسند آئی ہے کیونکہ اس میں بہت نرمی اور سکون ہے مگر ساتھ ہی آپ کی تلاوت میں ایک عجیب طاقت بھی ہے۔ میں نے ایسی تلاوت پہلے کبھی نہیں سنی۔ مجھے جلسہ سالانہ کا ماحول بہت پسند آیا ہے کیونکہ یہاں ہر قسم کی قوم و نسل اور ہر مذہب کے لوگ بڑی محبت اور اتفاق کے ساتھ پر امن اکٹھے ہوئے ہیں جو کہ مجھے اپنے ملک میں دیکھنے کو نہیں ملتا۔ خلیفہ کے لجنہ سے خطاب میں مجھے پہلی دفعہ اسلام کی عورتوں کے مقام کے بارہ میں تعلیم میں اتنی وسعت کا پتا چلا ہے کہ ایسی مسلمان عورتیں بھی گزری ہیں جنہوں نے جنگوں میں بھی بڑے اہم کردار ادا کیے۔ یہ میرے لیے بڑی حیران کن بات تھی۔

☆جارجیا سے ایک دوست Mr. Yashar Askarovi صاحب جنہوں نے انٹرنیشنل ریلیشنز میں ڈگری کی ہوئی ہے جلسہ میں دوسری مرتبہ شامل ہوئے۔ وہ کہتے ہیں: میں 2019ء میں جلسہ سالانہ جرمنی میں پہلی مرتبہ شامل ہوا تھا۔ جلسہ کے بعد میں نے اپنی زندگی اسلام کے مطابق بسر کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ اسلام کے بارہ مزید مطالعہ کر کے اسلامی تعلیمات کو عملی جامہ پہنانے سے مجھ میں مثبت تبدیلیاں پیدا ہونا شروع ہوئیں۔

اس دفعہ میرا بھائی پہلی مرتبہ میرے ساتھ آیا ہے اور اسے بھی جلسہ نے حیران کر دیا ہے کہ اس طرح کا امن اور بھائی چارہ کا انتظام دنیا میں کم ہی جماعتوں میں دیکھا جاتا ہے۔

ہمیں Quran exhibition اور جماعت احمدیہ جرمنی کی صد سالہ exhibition نے یہ بھی دکھایا کہ یہ جماعت کس طرح ترقی کرتی چلی جارہی ہے۔ اسی طرح مجھے بہت پسند آیا کہ جماعت احمدیہ

ارشاد باری تعالیٰ

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ

(سورۃ الحج:31)

ترجمہ: پس بتوں کی پلیدی سے احتراز کرو اور جھوٹ کہنے سے بچو

طالب دعا: بی۔ایم خلیل احمد ولد مکرم بی۔ایم۔بشیر احمد صاحب و افراد خاندان (جماعت احمدیہ بنگلور)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

یا الٰہی! ترا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے ✿ جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں ✿ مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

طالب دعا: ضیاء الدین خان صاحب مع فیملی (حلقہ محمود آباد، جماعت احمدیہ کیرنگ صوبہ اڈیشہ)

کے خلیفہ نے جلسہ کے دوسرے دن اعتراضات کے جوابات قرآن کی رو سے دیا اور اس طرح ان اعتراضات کا تسلی بخش جواب بھی سننے کو ملا۔

☆ جارجیا سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون Miss Lia Dekanadze صاحبہ کہتی ہیں: میں Holland میں اس وقت Theology & Religious studies کا Master کر رہی ہوں۔ میں جماعت احمدیہ کے خلیفہ کے تمام خطابات کی بہت قدر کرتی ہوں، خاص طور پر جب آپ خواتین سے مخاطب ہوئے تھے۔ یہ ہمارے لیے اور ہر ایک انسان کیلئے بہت ضروری لائحہ عمل ہے۔

مجھے جلسہ پر بار بار دیکھنے کو ملا کہ کس طرح چھوٹے اور بڑے ایک خاص جانفشانی سے اپنی خدمات پیش کر رہے ہیں۔ عالمی بیعت کو دیکھ کر جذبات کو control میں نہیں لایا جا رہا تھا۔ یہ جلسہ کے آخری دن میں ایک وعدہ سب سے لیا جا رہا ہے کہ ہم اسلام کے مطابق ائندہ بھی اپنی زندگی سنواریں گے۔

میرے ذہن میں ایک اہم بات نقش کر گئی ہے کہ جماعت احمدیہ کے خلیفہ نے قلمی جہاد کا تصور ہمارے سامنے رکھا جس کی میں 100 فیصد تصدیق کرتی ہوں۔ مجھے بہت پسند آیا کہ عورتوں کو بھی اسلام تلقین کرتا ہے کہ وہ اسلام کی تعلیم کو پھیلائیں۔ میرا پختہ ایمان ہے کہ مستقبل میں دنیا اسلام کے بارہ غور و فکر کرے گی اور اسی کے ذریعہ لوگ اپنے خدا کو پہچاننے والے بنیں گے۔

☆ جارجیا سے ایک جرنلسٹ Miss Tika Bujiashvili صاحبہ بیان کرتی ہیں: جارجیا میں میرا آپ کی جماعت کے ساتھ کافی سالوں سے ایک بہت اچھا اور دوستانہ تعلق ہے۔ مجھے جارجیا میں مختلف پروگراموں میں شامل ہونے کا موقع بھی ملا ہے۔ میں دوسری دفعہ جلسہ پر آئی ہوں۔ مجھے جلسہ سالانہ پر جماعت احمدیہ کا گہرائی میں جا کر تعارف حاصل ہوا ہے۔ میں ضرور کہوں گی کہ آپ کی جماعت ایک خاص جماعت ہے۔ آپ کی بے لوث انسانیت کی خدمت، پیار و محبت کی فضا قائم کرنا اور خاص طور پر یہ محسوس ہوا کہ عیسائی ہونے کے باوجود میں آپ کی جماعت کو اپنی جماعت سمجھتی ہوں۔

سارا سال میں آپ کی جماعت سے تعلق رکھنے والے مضامین کا مطالعہ بھی کرتی ہوں اور MTA بھی دیکھتی ہوں۔ آپ کی جماعت کو جاننے سے قبل میں مسلمانوں سے تعلق نہیں رکھتی تھی اور اسلام کے بارہ کچھ نہیں جانتی تھی۔ یہ آپ کا جلسہ ہی ہے جس نے میرے اندر ایسی تبدیلی لائی کہ میں جلسہ کے بعد اسلام کے بارہ میں مسلمانوں کے ساتھ گفتگو کرنا پسند کرنے لگ گئی ہوں۔ ویسے تو میں عیسائی ہوں مگر اپنے آپ کو مسلمان بھی سمجھتی ہوں کیونکہ آپ جو تعلیم پیش کرتے ہیں وہ امن اور صلح اور بھائی چارہ کی ہے جس کی دنیا کو بہت ضرورت ہے۔

☆ جارجیا سے ایک سنی سکالر Mr. Veisel Orujovi جلسہ میں شامل ہوئے۔ وہ کہتے ہیں: میں جارجیا میں رہتا ہوں اور 15/سال کی عمر میں میں نے عیسائیت چھوڑ کر اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد تقریباً 15/سال میں نے مدینہ منورہ میں گزارے۔ اسلام کا علم اور عربی زبان میں نے مدینہ میں سیکھی۔ میری پڑھائی کے دوران مجھے آپ کی جماعت کے بارہ میں منفی باتیں سننے کو ملی تھیں کہ احمدی ہمیں کافر کہتے ہیں اور احمدیوں کا عقیدہ ہی مختلف ہے۔ جارجیا میں میں آپ کی جماعت کے مشنری سے ملا ہوں اور جماعت احمدیہ کا تعارف بھی ملا ہے۔ آپ نے مختلف دیہات میں قربانی کا گوشت عیدالاضحیٰ کے موقع پر تقسیم کیا اور ہمارے ساتھ رابطہ بھی رہتا رہا ہے۔

موصوف نے جلسہ پر آنے سے پہلے جامعۃ الازہر سے جماعت کے بارے میں فتوے دیکھے اور تمام امت اسلامیہ کے جماعت احمدیہ کے بارے میں خیالات کو پڑھا۔ انہوں نے تمام فتاویٰ دیکھ کر یہی فیصلہ کیا کہ میں جماعت احمدیہ کو نزدیک سے دیکھنا چاہتا ہوں۔ پھر جلسہ میں آ کر جماعت کو قریب سے دیکھ کر کہنے لگے کہ جماعت احمدیہ یقیناً اسلام کا حصہ ہے۔

مزید کہتے ہیں: میں نے آپ کے خلیفہ کے خطابات غور سے سنے ہیں اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ آپ لوگوں کو کافر کہنا بالکل غلط ہے۔ آپ بھی دوسرے فرقوں کی طرح اسلام کا ایک فرقہ ہیں۔ میں آپ کے خلیفہ کو مجدد سمجھتا ہوں اور آپ کے خلیفہ کی بہت قدر کرتا ہوں۔ میرے ذہن میں کئی سوالات تھے جو جلسہ کے تین دنوں میں مختلف نشستوں میں حل ہوئے۔ آپ کی جماعت اور آپ کے بانی کے بارہ میں تفصیل سے بات کرنے کا موقع ملا ہے۔ واپس جارجیا جا کر آپ کی جماعت کی مختلف کتب کا مطالعہ شروع کرونگا۔ مجھے آپ سب سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے۔

گیمبیا اور یوگنڈا سے آنے والے وفود کی ملاقات

اس کے بعد پروگرام کے مطابق گیمبیا (Gambia) اور یوگنڈا (Uganda) سے آنے والے وفود نے حضور انور ایدہ اللہ سے ملاقات کی سعادت پائی۔ گیمبیا سے 58/ افراد اور یوگنڈا سے 13/افراد جلسہ میں شامل ہوئے تھے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سب احباب سے باری باری تعارف حاصل کیا۔ مبلغین کی فیملیز بھی موجود تھیں۔ حضور انور نے ازراہ شفقت فیملیز سے بھی گفتگو فرمائی۔

گیمبیا سے ایک دوست محمد لامین صاحب آئے تھے۔ موصوف بہت غریب آدمی ہیں اور مسرور سینئر احمدیہ سیکنڈری سکول میں کیئر ٹیکر (Care taker) کے طور پر کام کرتے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ پندرہ سال سے میں اپنا کھانا کم کر کے رقم بچاتا رہا ہوں محض اس لیے کہ ٹکٹ خرید کر یوکے جا سکوں اور اپنے آقا کا دیدار کر سکوں۔ آج خدا تعالیٰ نے مجھے پیارے آقا کا دیدار کروا دیا ہے میں بہت خوش ہوں۔ میں سب سے پہلے حضور انور کیلئے دعا کرتا ہوں۔ پھر اپنے لیے اور اس کے بعد رشتہ داروں کیلئے۔ بعد ازاں حضور انور نے صدر صاحبہ لجنہ گیمبیا سے فرمایا کہ اپنی تجنید مکمل کرو۔ آپ کی تجنید تسلی بخش نہیں ہے۔

یوگنڈا اور گیمبیا کے وفد کی حضور انور سے یہ ملاقات 7 بجکر 12 منٹ پر ختم ہوئی۔

لٹویا اور لتھوانیا سے آنے والے وفود کی ملاقات

بعد ازاں ملک لٹویا (Latvia) اور لتھوانیا (Lithuania) سے آنے والے وفود نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے شرف ملاقات پایا۔

لتھوانیا سے تیرہ اور لاٹویا سے چھ افراد پر مشتمل وفد جلسہ جرمنی میں شامل ہوا۔

ایک خاتون Mrs. Liudmila Bykovyskaya نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں عرض کیا کہ جلسہ کے دوران ہم نے نمائش کا وزٹ کیا جہاں ہمیں معلوم ہوا کہ یسوع مسیح ہندوستان میں مدفون ہیں اب ہم نے یہ عزم کیا ہے کہ ہم وہاں جائیں اور یسوع مسیح کی قبر کی زیارت کریں۔

اس پر حضور انور نے فرمایا کہ پہلے کتاب 'مسیح ہندوستان میں' پڑھیں۔ اس کا رشین ترجمہ موجود ہے۔ وہاں کے مبلغ آپ کو یہ کتاب مہیا کر دیں گے۔

ایک مہمان نے سوال کیا کہ حضور انور نے فرمایا تھا کہ سب انسان برابر ہیں۔ اس کا کیا مطلب ہے۔

اس پر حضور انور نے فرمایا: برابر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انسانیت کے لحاظ سے آپ برابر ہیں۔ ورنہ کوئی بہت زیادہ پڑھا لکھا ہے کوئی کم پڑھا لکھا ہے اور کوئی ان پڑھ ہے تو یہ برابر نہیں ہو سکتے۔ حضور انور نے فرمایا تمام مذاہب خدا کی طرف سے آئے۔ سب مذاہب سچے ہیں۔ آنحضرت ﷺ آخری نبی ہیں۔ قرآن کریم آخری کتاب ہے جو اپنی اصلی حالت میں ہے۔ اور اب اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو ہر لحاظ سے کامل ہے۔

ایک دوست نے عرض کیا کہ وہ گذشتہ چار ماہ سے مسلمان ہیں۔ اسلام میں ۷۲/فرقے ہو جائیں گے اور پھر ایک فرقہ ایسا ہوگا جو جنت میں جائے گا اس سے کیا مراد ہے؟

اس پر حضور انور نے فرمایا: آنحضرت ﷺ نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ آخری زمانہ میں مسیح و مہدی آئے گا جو مذہب کا احیائے نو کرے گا۔ اسلام کی حقیقی اور اصلی تعلیم سے روشناس کروائے گا۔ جو اس تعلیم پر عمل کرے گا تو وہ جنت میں جائے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ آنے والا مسیح و مہدی میرا نائب ہوگا جو کہ اسلام کو زندہ کرے گا۔ تم اس کو قبول کرنا اور اس پر ایمان لانا۔

حضور انور نے فرمایا: باقی خدا تعالیٰ کسی کو بھی جنت میں بھجوا سکتا ہے۔ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے نہ کوئی فتویٰ لگا سکتے ہیں۔ مسیح و مہدی کو صرف قبول کر لینا کافی نہیں بلکہ جو تعلیمات آپؑ نے بیان فرمائی ہیں اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ پس اسلام کی حقیقی تعلیم پر عمل کرنے کی صورت میں ہی خدا تعالیٰ جنت کا وعدہ دیتا ہے۔

ایک مہمان Mr. Jaronimas جو کہ مصنف اور رائٹر ہیں نے عرض کیا کہ مجھے حضور انور کی باتیں بہت پسند آئی ہیں میرا ایک رسالہ بھی جس میں، میں نے حضور انور کی تصاویر بھی شائع کی ہیں۔

موصوف نے سوال کیا کہ ہر طرف بدامنی، بے چینی بڑھ رہی ہے اور معاشی حالات بہت خراب ہیں تو ہم کس طرح اسکا مقابلہ کریں۔ اس پر حضور انور نے فرمایا جب انسان خدا کو بھول جاتا ہے تو اس کو فکر نہیں رہتی کہ انجام کار کیا ہونا ہے۔ خدا سے کوئی تعلق نہیں کوئی خوف نہیں۔ اگر انسان کو یہ خوف ہو کہ خدا تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا تو پھر جب تک خدا تعالیٰ کو نہیں پہچانتے۔ اس کی عبادت کا حق ادا نہیں کرتے اور اُس کے بندوں کے حقوق کی طرف توجہ نہیں دیتے تو یہ فتنہ و فساد قائم رہے گا۔ محض خالی اسلام کو قبول کر لینا کافی

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کی حقیقت
تبھی ظاہر ہوگی جب دین کو سمجھنے کی کوشش کریں گے

(پیغام بر موقع سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی 2023ء)

طالب دعا: ناصر احمد ایم.بی (R.T.O) ولد مکرم بشیر احمد ایم.اے (جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

ہمیشہ یہ یاد رکھیں کہ اجتماع کا مقصد
دینی، علمی، اخلاقی اور روحانی ترقی ہے

(پیغام بر موقع سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی 2023ء)

طالب دعا: افراد خاندان مکرم شکیل احمد گنائی صاحب مرحوم (دارالرحمت، جماعت احمدیہ ریشی نگر، کشمیر)

نہیں بلکہ قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل کرنا ضروری ہے۔

☆لتھوانیا کی یونیورسٹی کی ایک عربی کی پروفیسر Mrs Gintare Serekaite بھی جلسہ میں شامل ہوئیں۔ انہوں نے رضاکارانہ طور پر 'اسلامی اصول کی فلاسفی' کا لتھوانین زبان میں ترجمہ بھی کیا ہے۔ وہ بیان کرتی ہیں: اسلامی دنیا میں جماعت احمدیہ کو ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ جماعت احمدیہ جس طرح غیر از جماعت اور غیر مسلموں کے ساتھ رابطہ رکھتی ہے کوئی اور جماعت ایسا نہیں کرتی۔ ایک ریسرچر ہونے کی حیثیت سے مجھے اسلامی کلچر اور اسلامی روایات میں کافی دلچسپی ہے لیکن لتھوانیا میں جماعت احمدیہ کے علاوہ کسی بھی اسلامی جماعت کے ساتھ ملنا اور رابطہ رکھنا بہت مشکل ہے۔ اور جلسہ سالانہ نے مجھے شاندار موقع دیا کہ میں جماعت احمدیہ کو ہر لحاظ سے پرکھ سکوں۔ یقیناً جماعت احمدیہ اپنے ماٹو 'محبت سب کیلئے، نفرت کسی سے نہیں' پر حقیقی رنگ میں عمل پیرا ہے۔ 47 ہزار اجنبیوں میں مجھے ذرا بھی اجنبیت کا احساس نہیں ہوا اور میں نے اپنے آپ کو بہت محفوظ سمجھا۔

☆لتھوانیا سے ہی ایک دوست Mr Giedrius Motiejunas صاحب بھی جلسہ میں شامل ہوئے۔ وہ اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں: یہ میرا پہلا جلسہ سالانہ تھا لیکن اس جلسہ میں شمولیت کا تجربہ ہمیشہ میرے ساتھ رہے گا۔ میں گرمجوشی کے ساتھ استقبال کرنے والی اس جماعت سے بہت محظوظ ہوا ہوں۔ جلسہ کے خطابات اور لوگوں سے مل کر میں نے اسلام کے متعلق بہت کچھ نیا سیکھا ہے۔ اس جلسہ کی سب سے دلچسپ چیز خلیفہ وقت کی تقاریر تھیں۔ ان تقاریر کو سن کر میں نے اپنی زندگی کی اقدار اور مقاصد کو ازسرنو تشکیل دیا۔ جلسہ سالانہ روحانیت سے بھرپور تجربہ تھا۔

☆لتھوانیا سے ایک مصنف اور جرنلسٹ Jeronimas Laucius کہتے ہیں: میں دنیا میں موجود بدامنی اور بے انتہا غربت سے بہت پریشان ہوں۔ ہمیشہ سوچتا ہوں ایسے حالات میں ایک عام آدمی کیا کر سکتا ہے۔ لیکن جب یہی سوال میں نے خلیفۃ المسیح سے پوچھا تو مجھے نہایت ہی مطمئن جواب ملا کہ انسان کا مقصد تو وہی ہے جو قرآن کریم میں بیان ہوا ہے کہ انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے۔ لوگوں کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ موت کے بعد بھی ایک زندگی ہے۔ اگر لوگ اس طرف توجہ نہیں دیں گے تو دنیا میں ہمیشہ بدامنی رہے گی۔ مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ خلیفہ وقت کی توجہ پہلے سے ہی اس مسئلہ کی طرف ہے اور وہ لوگوں کو اپنے خطابات اور خطبات میں دنیا کے مسائل کا حل بھی بتا رہے ہیں۔

☆محترمہ تاتسلینا محمد صاحبہ جن کا تعلق بیلا روس سے ہے اور تیرہ سال سے ہمارے احمدی بھائی مکرم محمد انور صاحب آف ڈارم شٹڈ (Darmstadt) جرمنی کی اہلیہ اور ان کی دو بیٹیوں کی والدہ ہیں، اب تک اپنے آبائی مذہب عیسائیت پر ایمان رکھتی ہیں، پہلی مرتبہ جلسہ سالانہ کے دوسرے روز جلسہ میں شریک ہوئیں، اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے تحریر کرتی ہیں کہ میں دوسرے دن جلسہ سالانہ میں شریک ہوئی۔ رشین وفد کو ڈھونڈنے میں مجھے کچھ وقت لگا۔ انتظامیہ اور طوعی خدمت کرنے والیوں نے بہت مدد کی۔ اس کے علاوہ جو بات مجھے قابل ذکر لگی وہ ان لوگوں کی تعداد تھی جو ہر جگہ خدمت میں لگے ہوئے تھے۔ ہر کام کیلئے کافی طوعی خدمت کرنے والے موجود تھے اور لوگوں کو پانی پلانے کی ڈیوٹی سرانجام دے رہے تھے۔ میری نظر میں وہ بچے یہ کام مجبور ہو کر نہیں کر رہے تھے بلکہ پوری دلی خوشی سے یہ کام کر رہے تھے۔ یہی نہیں۔ بلکہ میں نے اور میری دونوں بیٹیوں نے حضور کو بہت نزدیک سے دیدار کیا۔ اتنا قریب سے کہ میں سمجھتی ہوں اگر عیسائیوں کا پوپ ہوتا تو ہم بغیر کسی پابندی کے اتنا قریب نہ آسکتے۔ اگلے سال ہم جلسے پر زیادہ وقت گزارنے کی کوشش کریں گے۔ کھانے پر بھی انتظامات بہت اچھے تھے اور کوئی افراتفری نہیں تھی۔ پارکنگ کے لحاظ سے بھی کوئی مسئلہ نہیں تھا کیونکہ جگہ بہت وسیع تھی۔

بنگلہ دیش سے آنے والے وفد کی ملاقات

بعد ازاں بنگلہ دیش سے آنے والے وفد نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملاقات کی سعادت پائی۔

بنگلہ دیش سے پانچ ممبران پر مشتمل جماعتی وفد آیا تھا۔ سبھی ممبران نے باری باری اپنا تعارف کروایا۔ ان ممبران نے بتایا کہ جلسہ سالانہ بہت اچھا گزرا۔ سبھی نے حضور انور کی خدمت میں دعا کی درخواست کی۔ اس وفد میں صدر لجنہ ڈھاکہ بھی شامل تھیں موصوفہ نے بھی حضور انور کی خدمت میں دعا کی درخواست کی ہے۔ حضور انور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فضل فرمائے۔

بنگلہ دیش وفد کی حضور انور کے ساتھ یہ ملاقات 7 بجکر 40 منٹ پر ختم ہوئی۔

الجزائر اور فلسطین سے آنے والے وفود کی ملاقات

اس کے بعد پروگرام کے مطابق الجزائر اور فلسطین سے آنے والے وفود نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرف ملاقات پایا۔ ملک الجزائر (Algeria) سے سات مرد و خواتین پر مشتمل وفد آیا تھا۔

ایک دوست نے عرض کیا کہ مجھ پر تین مقدمات قائم ہیں۔ اس پر حضور انور نے فرمایا کہ وہ لوگ جرمانہ کرتے ہیں۔ جرمانے دیتے رہیں کوئی فرق نہیں پڑتا اور آزادی سے رہیں۔ مطلب ہے کہ جیل میں نہ ہوں اپنے گھروں میں ہوں اور اپنی فیملی کے پاس ہوں۔

حضور انور نے فرمایا کہ الجزائر کے احباب کیلئے یہ مشکل کا وقت ہے۔ اس کا ثواب بھی ہے۔ ان شاء اللہ خدا تعالیٰ حالات بہتر کرے گا۔

کردستان کے صدر جماعت احسان امین صاحب بھی جلسہ جرمنی پر آئے ہوئے تھے وہ بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ موصوف نے عرض کیا کہ وہ پہلی دفعہ جلسہ پر آئے ہیں۔ جلسہ بہت اچھا تھا۔ انتظامی لحاظ سے بہت اچھا تھا۔ بڑا پرامن اور پرسکون تھا۔ کھانے پینے، رہائش کے سارے انتظامات بہت اچھے تھے۔

فلسطین سے آنے والے ایک دوست نے عرض کیا۔ جلسہ کا بہت روحانی ماحول تھا۔ بہت لطف اٹھایا۔ فلسطین میں ہمارے سینٹر دارالامن کی تیسری منزل بنانے کی حضور انور نے اجازت عطا فرمائی ہے۔ ہم حضور کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہم اپنے پروگراموں کیلئے اس میں جمع ہوتے ہیں۔ صدر جماعت عبد القادر صاحب نے فہرست بھجوائی ہے احباب حضور انور کی خدمت میں سلام کہتے ہیں اور دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ حضور انور نے فرمایا: خدا سب پر فضل کرے۔

ایک دوست نے عرض کیا کہ خدا کرے چار سال قبل والا خواب پورا ہو جائے کہ حضور انور ہمارے مرکز دارالامن میں آئے ہیں۔ حضور انور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فضل فرمائے۔

موصوف نے عرض کیا کہ تین سال سے شادی ہوئی ہے دعا کریں کہ بچے ہوں۔ اس پر حضور انور نے فرمایا: اللہ فضل کرے بچے بھی ہو جائیں گے۔

ایک دوست نے عرض کیا کہ دس سال قبل 2013ء میں احمدی ہوا ہوں اس وقت سٹراس برگ (فرانس) کی یونیورسٹی میں ماسٹر کر رہا ہوں۔

صدر لجنہ الجزائر نے عرض کیا کہ وہ جلسہ پر آ کر بہت خوش ہیں۔ ساری لجنہ الجزائر حضور انور کی خدمت میں سلام عرض کرتی ہیں۔ موصوفہ نے عرض کیا، کیا ہم لجنہ ممبرات بورکینا فاسو جا سکتی ہیں۔ اس پر حضور انور نے فرمایا کہ بورکینا فاسو کے حالات اچھے نہیں ہیں۔ وہاں ان علاقوں میں پہنچنا مشکل ہے۔ ابھی نہیں جانا چاہیے۔ اب تو افریقہ کے ممالک میں بھی صورتحال خراب ہو رہی ہے۔

صدر لجنہ نے عرض کیا کہ ہم نے حضور انور کی اقتدا میں نمازیں پڑھیں اور بہت فائدہ اٹھایا۔

ایک خاتون نے عرض کیا کہ الجیریا میں فزکس میں پی ایچ ڈی کر رہی ہوں۔ بعد میں کیا کروں۔ ریسرچ میں جاؤں، یا لیکچر شپ کیلئے اپلائی کروں یا یورپ میں کسی جگہ اپلائی کروں۔

اس پر حضور انور نے فرمایا: پہلے اپنی تعلیم مکمل کرو پھر اس کے بعد بتاؤ۔

ایک خاتون نے عرض کیا کہ کیا ہم جلسہ کی تصاویر شیئر کر سکتے ہیں۔ اس پر حضور انور نے فرمایا: جلسہ کی اپنی تصاویر شیئر نہ کرو، مردانہ حصہ کی ٹھیک ہیں۔ عورتوں کی ٹھیک نہیں ہیں۔

ایک خاتون نے عرض کیا کہ وہ سیکنڈری سکول میں فرنچ ٹیچر ہیں اور دعا کی درخواست کی۔ اس پر حضور انور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فضل فرمائے۔

الجزائر اور فلسطین کے وفد کی حضور انور کے ساتھ یہ ملاقات 8 بجکر 5 منٹ تک جاری رہی۔

پولینڈ سے آنے والے وفد کی ملاقات

بعد ازاں پروگرام کے مطابق پولینڈ

Manufacturer and Retailer of Leather Fashion Accessories and Bags.
Specialized in the Desing and Production of Quality & Sale Online Platform
Like Flipkart, Amazon, Meesho. & Product Key Word is "Grizzly Wallet"
6294738647 mygrizzlyindia@gmail.com, Web:www.mygrizzlyindia.com
mygrizzlyindia mygrizzlyindia mygrizzlyindia
طالب دعا: عطاء الرحمٰن (بھاٹی پوتا، ضلع ساؤتھ 24 پرگنہ) مغربی بنگال

RAICHURI GROUP
BUILDERS & DEVELOPERS
طالب دعا
Abdul Rehman Raichuri
(Aka - Maqbool Ahmed)

RAICHURI GROUP OF COMPANIES
Raichuri Builders & Developers LLP
G M Builders & Developers
Raichuri Constructions
Our Corporate office
B Wing, Office no 007
Itkar Soc, Suresh Nagar, RTO, Andheri
West, Mumbai - 400053
Tel : 02226300634 / 9987652552
Email id :
raichuri.build.develop@gmail.com
gm.build.develop@gmail.com

(Poland) سے آنے والے وفد کی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملاقات شروع ہوئی۔

امسال پولینڈ سے 24 افراد کا وفد جلسہ سالانہ جرمنی میں شامل ہوا تھا۔ جس میں تاجک افراد بھی شامل تھے جو کئی سالوں سے پولینڈ میں رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ پانچ لوکل پولش احمدی، ایک سیرین دوست اور نو پاکستانی احمدی احباب شامل تھے۔

ایک خاتون نے عرض کیا کہ جلسہ کا انتظام اور پروگرام بہت اچھے تھے۔ ہر طرح سے ہمارا خیال رکھا گیا۔ ہمیں ہر طرح سے سہولت تھی۔

حضور انور نے فرمایا کہ خدا کی خاطر قربانی کرنا بڑا جہاد ہے۔

ایک تاجک دوست نے عرض کیا کہ وہ تاجکستان سے آکر پولینڈ میں مقیم ہیں۔ ہم جماعت کی دعوت کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہم یہاں آئے۔ جلسے کا انتظام بہت عمدہ تھا۔ ہم اپنے ساتھ یہاں کی بہت اچھی یادیں لے کر جا رہے ہیں۔ اس پر حضور انور نے فرمایا کہ اللہ سب پر فضل فرمائے۔

پولینڈ کے وفد کی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ ملاقات 8 بجکر 18 منٹ تک جاری رہی۔

☆ ایک لوکل پولش احمدی خاتون Katarzyna Chojnowska صاحبہ کہتی ہیں: تین سال پہلے ایک خواب میں دیکھا کہ میں ایک ملاقات میں ہوں اور حضور انور سے کچھ سوال کرنا چاہتی ہوں لیکن مجھے سوال کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔ اس پر میں بہت پریشان ہوئی۔ اور میرا سوال بھی بہت ضروری تھا۔ لیکن اس مرتبہ جلسہ سالانہ جرمنی میں شامل ہوئی اور ملاقات کا شرف ملا تو مجھے وہ سوال کرنے کا موقع بھی مل گیا اور ایک نہایت مطمئن کر دینے والا جواب بھی مل گیا۔ اس کے بعد مجھے ایک عجیب سی سکینت حاصل ہوئی۔ میں بہت مشکور ہوں۔

☆ پولینڈ سے انگیلیکا ویرک لوکل احمدی بیان کرتی ہیں کہ ایک بہت ہی پیاری ملاقات تھی۔ میں شروع سے ہی ایک خاص کیفیت میں تھی جس کو میں سمجھ نہیں پا سکی۔ ہمت نہ کر سکی سوال کرنے کی لیکن اگلی دفعہ ضرور ہمت کروں گی کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو دعا کی درخواست کر سکوں۔ وہ ساری پولش جماعت کیلئے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔ خاص طور پر اپنی بیٹی کیلئے جو پہلی پولش واقفہ نو ہے۔ آخر میں موصوفہ نے کہا کہ وہ حضور انور کیلئے بہت دعا کرتی ہیں۔

سُرینام سے آنے والے وفد کی ملاقات

اس کے بعد ملک سُرینام (Suriname) سے آنے والے جماعتی وفد نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی سعادت پائی۔

سُرینام سے چھ احباب پر مشتمل وفد آیا تھا۔ حضور انور نے وفد کے ممبران کو تبلیغ کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا: پیغامیوں کو احمدی بنانا آسان ہے۔ پہلے پیغامیوں کو احمدی بنائیں اور پھر عیسائیوں کو احمدی بنائیں۔ پیغامیوں کے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ ان کو تبلیغ کرو اور احمدی بنا لو۔ اپنے اعلیٰ نمونے قائم کرو آپ لوگوں کے نمونے دیکھ کر آئیں گے۔

حضور انور کے استفسار پر مبلغ سلسلہ نے عرض کیا کہ سارے ملک کی آبادی پانچ لاکھ ہے جس میں سے تین لاکھ تو دارالحکومت کی ہے۔ باقی دو لاکھ سارے ملک میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس پر حضور انور نے فرمایا: تبلیغ کیلئے کریش پروگرام بناؤ اللہ تعالیٰ فضل کرے۔

سُرینام وفد کے ساتھ یہ ملاقات 8 بجکر 25 منٹ تک جاری رہی۔

انڈونیشیا سے آنے والے وفد کی ملاقات

بعد ازاں انڈونیشیا سے آنے والے پانچ افراد پر مشتمل جماعت وفد نے ملاقات کی سعادت پائی۔

ایک دوست نے عرض کیا کہ وہ سابق سیکرٹری رشطہ ناطہ اور وقف نو ہیں اور ان کا بیٹا بھی ساتھ ہے جو کہ یورالوجسٹ ہے اور ڈاکٹر ہے۔ حضور انور کے استفسار پر ڈاکٹر نے بتایا کہ ابھی شادی نہیں ہوئی جس پر حضور انور نے فرمایا کہ شادی کرو۔

وفد کے ایک ممبر نے بتایا کہ وہ لائف انشورنس میں کام کرتے ہیں۔ اپنی جماعت میں سیکرٹری خدمت خلق اور سیکرٹری تعلیم القرآن ہیں۔ حضور انور کے استفسار پر وفد نے بتایا کہ وہ ہالینڈ کا ویزا لے کر آئے ہیں۔ سہولت کے ساتھ مل جاتا ہے۔ آخر پر وفد کے ممبران نے دعا کی درخواست کی۔ جس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فضل کرے۔

یہ ملاقات 8 بجکر 30 منٹ پر ختم ہوئی۔ بعد ازاں حضور انور اپنی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔

نو بجے حضور انور نے تشریف لا کر نماز مغرب و عشاء جمع کر کے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔

......☆......☆......☆......

بقیہ از صفحہ نمبر 15

دو فرشتے آکر سوال کرتے ہیں کہ تمہارا دین کیا ہے، تمہارا نبی کون ہے اور تمہارا معبود کون ہے۔ اور ہمیں زبانی جواب دینا پڑے گا اور پھر روح پرواز کر جائے گی؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب مورخہ 18 جون 2022ء میں اس کے بارے میں درج ذیل راہنمائی فرمائی۔ حضور انور نے فرمایا:

جواب قبر میں سوال و جواب اور عذاب قبر سے متعلق مختلف روایات کتب احادیث میں پائی جاتی ہیں۔ آپ نے اپنے سوال میں جو بات پوچھی ہے۔ اس کے بارے میں سنن ابی داؤد میں ایک روایت بیان ہوئی ہے۔ حضرت براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ کے ساتھ نکلے اور ایک قبر پر جا پہنچے جس میں ابھی لحد نہیں بنائی گئی تھی۔ پس رسول اللہ ﷺ وہاں بیٹھ گئے اور ہم بھی نہایت خاموشی کے ساتھ آپؐ کے اردگرد بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس سے آپ زمین کرید رہے تھے۔ پھر آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور دو یا تین مرتبہ فرمایا کہ قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔ (اس روایت کے ایک راوی جریر کی روایت میں ہے کہ اس موقع پر) حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جب مردہ کو دفن کرنے والے واپس چلے جاتے ہیں تو مردہ ان کے جوتوں کی دھمک سنتا ہے۔ اس وقت اس مردہ سے کہا جاتا ہے کہ اے شخص! تیرا رب کون ہے اور تیرا مذہب کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے؟ (اس روایت کے ایک راوی ھناد کہتے ہیں کہ) حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسکے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ وہ دونوں اسے کہتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے۔ وہ دونوں کہتے ہیں کہ یہ کون شخص ہے جو تمہارے درمیان مبعوث ہوا تھا؟ وہ کہتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ وہ دونوں پوچھتے ہیں کہ یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی ہے، اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ (جریر کی روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ کے فرمان يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ کا یہی مطلب ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا پھر آسمان سے ایک آواز لگانے والا آواز لگائے گا کہ میرے بندہ نے سچ کہا۔ پس اس کیلئے جنت کا بستر بچھا دو، اس کیلئے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو اور اسے جنت کے کپڑے پہنا دو۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پھر جنت کی ہوا اور خوشبو اس کے پاس آتی ہے اور اس کی قبر حد نگاہ تک کشادہ کر دی جاتی ہے۔ اور فرمایا کہ کافر جب مرتا ہے تو اسکی روح کو جسم میں لوٹایا جاتا ہے اور دو فرشتے اسکے پاس آتے ہیں، اسے بٹھاتے ہیں اور اسے کہتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا۔ وہ کہتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا۔ وہ دونوں کہتے ہیں کہ یہ آدمی کون ہے جو تم میں بھیجا گیا؟ وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا۔ پس آسمان سے ایک منادی آواز لگاتا ہے کہ اس نے جھوٹ بولا، پس اس کیلئے آگ کا بستر بچھا دو اور اسے آگ کا لباس پہنا دو اور اس کیلئے جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جہنم کی گرمی اور گرم ہوا اس کے پاس آتی ہے اور اس کی قبر اس قدر تنگ کر دی جاتی ہے کہ اسکی پسلیاں ایک دوسرے میں پیوست ہو جاتی ہیں۔ (جریر کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ) پھر اس پر ایک اندھا اور بہرا فرشتہ مقرر کر دیا جاتا ہے، جسکے پاس لوہے کا ایک ایسا گرز ہوتا ہے کہ اگر اسے پہاڑ پر مارا جائے تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائے۔ فرمایا کہ وہ فرشتہ اس گرز سے اس مردہ کو مارتا ہے جس کی آواز مشرق و مغرب کے درمیان ہر چیز سنتی ہے سوائے جن و انس کے۔ پس وہ مردہ مٹی ہو جاتا ہے پھر اس میں دوبارہ روح ڈال دی جاتی ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، بَابٌ فِي الْمَسْأَلَةِ فِي الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ)

ان روایات کے بارے میں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی ضروری ہے کہ ان میں بیان ہونے والے امور زیادہ تر تمثیلی باتوں پر مبنی ہیں، انہیں صرف ظاہر پر لگانا درست نہیں۔ قبر کے حوالہ سے اس کی ایک مثال قرآن کریم کی یہ آیت ہے کہ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ (سورۃ عبس: 22) یعنی اللہ تعالیٰ نے اس انسان کو مار دیا اور پھر اسے قبر میں رکھا۔ جبکہ انسان کو قبر میں اللہ تعالیٰ نہیں رکھتا بلکہ انسان ہی دوسرے انسان کو قبر میں دفناتے ہیں۔ اور بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کی اس دنیا میں قبر بنتی ہی نہیں، مثلاً جو ڈوب جائیں اور ان کی نعش ہی نہ ملے، یا جنہیں کوئی درندہ کھا جائے۔ اسی طرح جن لوگوں کو جلا دیا جاتا ہے، ان کی بھی کہیں قبر نہیں بنتی۔ پس یہاں پر اصل میں اُس قبر کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ انسان کی وفات کے بعد اخروی زندگی میں بناتا ہے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس آیت کے تحت تفسیری نوٹ میں تحریر فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں تو انسان کو اس کے رشتہ دار قبر میں رکھتے ہیں۔ لیکن اصل قبر انسان کی وہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ انسان کی روح کو رکھتا ہے۔

(تفسیر صغیر، صفحہ 803 حاشیہ نمبر 6)

پس جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ یہ سب روحانی اور تمثیلی باتیں ہیں، جن کا وقوع پذیر ہونا اس دنیاوی زندگی کے ختم ہونے پر اللہ تعالیٰ کے حضور جزا و سزا کیلئے انسان کے پیش ہونے پر ہوگا۔ اور یہ سب باتیں اس دنیا میں کی جانے والی نیکیوں کے نتیجہ میں اخروی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے انعامات اور جزا کی غیر معمولی فراوانی اور ان کی اہمیت، اسی طرح اس دنیا میں کی جانے والی بدعملیوں کے نتیجہ میں اخروی زندگی میں ملنے والی سزا کی شدت کے اظہار اور اس کی تکالیف کا انسان کو احساس دلانے کیلئے بیان کی گئی ہیں۔

(ظہیر احمد خان، مربی سلسلہ، انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن)

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 8 جولائی 2023)

شعبہ نورالاسلام کے تحت

اس ٹول فری نمبر پر فون کر کے آپ مسلم جماعت احمدیہ کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں

ٹول فری نمبر : 1800 103 2131

اوقات: روزانہ صبح 8:30 بجے سے رات 10:30 بجے تک (جمعہ کے روز تعطیل)

نوافل میں بھی قرآن مجید سے دیکھ کر پڑھنا مستحب نہیں، نیز اس کی اجازت دینے سے حفظ قرآن کی ترغیب کا مقصد بھی فوت ہو جاتا ہے، لہٰذا اس طریق کو اختیار کرنا ناپسندیدہ ہے (حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ)

فقہاء اربعہ میں سے امام ابو حنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ نماز میں قرآن کریم سے دیکھ کر پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے

جہاں تک قاری یا سامع کا نماز کے دوران قرآن کریم سے دیکھ کر پڑھنے اور سامع کا پڑھ کے لقمہ دینے کا مسئلہ ہے، میرے نزدیک تو امام ابو حنیفہؒ کا موقف ہی درست ہے (حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

انسان کو جتنا قرآن کریم یاد ہو وہ اسے نمازوں میں پڑھے اور مزید قرآن کریم یاد کرنے کی کوشش کرتا رہے کیونکہ قرآن کریم کو یاد کرنا اور اسے پڑھنا یہ بھی ایک نیکی اور قابل ثواب عمل ہے (حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ)

سیّدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے پوچھے جانے والے سوالات کے بصیرت افروز جوابات

نوٹ: سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مختلف وقتوں میں اپنے مکتوبات اور ایم ٹی اے کے مختلف پروگراموں میں اہم مسائل کے بارہ میں جو ارشادات مبارکہ فرماتے ہیں، ان میں سے کچھ قارئین کے افادہ کیلئے الفضل انٹرنیشنل کے شکریہ کے ساتھ شائع کیے جا رہے ہیں۔ (ادارہ)

(قسط 58)

سوال: مصر سے ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں نماز تراویح میں غیر حافظ کے قرآن کریم سے دیکھ کر لقمہ دینے کے متعلق فقہ المسیح کا درج ذیل حوالہ بھجوا کر لکھا ہے کہ مجھے سمجھ نہیں آئی کہ اس طرح نماز کیسے ادا کی جاسکتی ہے؟

جواب: رمضان شریف میں تراویح کیلئے کسی غیر حافظ کا قرآن دیکھ کر حافظ کو بتلانے کے متعلق دریافت کیا گیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ نے فرمایا: میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فتویٰ اس کے متعلق نہیں دیکھا۔ اس پر مولوی محمد اسماعیل صاحب مولوی فاضل نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے جائز قرار دیا ہے۔

فرمایا: جائز ہے تو اس سے بہت فائدہ ہو سکتا ہے اور اس کیلئے یہ انتظام بھی ہو سکتا ہے کہ ایک ہی شخص تمام تراویح میں بیٹھ کر نہ سنتا رہے بلکہ چار آدمی دو دو رکعت کیلئے سنیں اس طرح ان کی بھی چھ چھ رکعتیں ہو جائیں گی۔

عرض کیا گیا فقہ اس صورت کو جائز ٹھہراتی ہے؟ فرمایا: اصل غرض تو یہ ہے کہ لوگوں کو قرآن کریم سننے کی عادت ڈالی جائے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فتویٰ تو ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے جیسے کوئی کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر ہی پڑھ لے اور بیٹھ کر نہ پڑھ سکے تو لیٹ کر پڑھ لے یا جس طرح کسی شخص کے کپڑے کو غلاظت لگی ہو اور وہ اسے دھو نہ سکے تو اسی طرح نماز پڑھ لے، یہ کوئی مسئلہ نہیں بلکہ ضرورت کی بات ہے۔ (اخبار الفضل قادیان دارالامان نمبر 66، جلد 17، مورخہ 21/فروری 1930ء صفحہ 12) (فقہ المسیح صفحہ 218، 219)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب مورخہ 10/جون 2022ء میں اس بارے میں درج ذیل ارشادات فرمائے۔ حضور انور نے فرمایا:

جواب: نماز کے دوران عام طریق یہی ہے کہ اگر امام بھول جائے یا قرآن کریم کی تلاوت میں کوئی سہو کر دے تو اگر کسی مقتدی کو قرآن کریم کا وہ حصہ جو امام تلاوت کر رہا ہے، یاد ہو تو وہ امام کو لقمہ دے سکتا یا اس کی درستی کرا سکتا ہے۔ لیکن قرآن کریم سے دیکھ دیکھ کر کسی مقتدی کا امام کو لقمہ دینا جائز نہیں۔ چنانچہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب ؓ اپنی کتاب ذکر حبیب میں بیان کرتے ہیں: ''ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا کہ قرآن شریف کی لمبی سورتیں یاد نہیں ہوتیں اور نماز میں پڑھنے کی خواہش ہوتی ہے۔ کیا ایسا کر سکتے ہیں کہ قرآن شریف کو کھول کر سامنے کسی رحل یا میز پر رکھ لیں یا ہاتھ میں لے لیں اور پڑھنے کے بعد الگ رکھ کر رکوع سجود کر لیں اور دوسری رکعت میں پھر ہاتھ میں اٹھا لیں۔ حضرت صاحب ؑ نے فرمایا ''اس کی کیا ضرورت ہے۔ آپ چند سورتیں یاد کر لیں اور وہی پڑھ لیا کریں۔'' (ذکر حبیب، صفحہ 136، مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ)

پس انسان کو جتنا قرآن کریم یاد ہو وہ اسے نمازوں میں پڑھے۔ اور مزید قرآن کریم یاد کرنے کی کوشش کرتا رہے، کیونکہ قرآن کریم کو یاد کرنا اور اسے پڑھنا یہ بھی ایک نیکی اور قابل ثواب عمل ہے۔

یہی وجہ ہے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے عہد خلافت میں مجلس افتاء میں یہ معاملہ پیش ہونے پر حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے 17/جون 1971ء کو اس بارے میں یہ فیصلہ فرمایا کہ ''نوافل میں بھی قرآن مجید سے دیکھ کر پڑھنا مستحب نہیں۔ نیز اس کی اجازت دینے سے حفظ قرآن کی ترغیب کا مقصد بھی فوت ہو جاتا ہے، لہٰذا اس طریق کو اختیار کرنا ناپسندیدہ ہے۔''

(رجسٹر فیصلہ جات مجلس افتاء صفحہ 49 غیر مطبوعہ)

کتب حدیث و فقہ میں بعض ایسے آثار ملتے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ کرامؓ جن میں حضرت عثمانؓ، حضرت انسؓ اور حضرت عائشہؓ وغیرہ شامل ہیں جب نوافل پڑھتے تو کسی شخص کو قرآن دے کر پاس بٹھا لیتے جو ان کے بھولنے پر انہیں لقمہ دے دیتا یا کسی ایسے شخص کی اقتدا میں وہ نوافل ادا کرتے جو قرآن سے دیکھ کر انہیں امامت کرواتا۔ (کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ للشیخ عبدالوہاب الشعرانی۔ کتاب الصلاۃ، فصل فی الفتح علی الامام) (صحیح بخاری، کتاب الاذان، بَابُ إِمَامَةِ الْعَبْدِ وَالْمَوْلَى)

فقہاء اربعہ میں سے امام ابو حنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ نماز میں قرآن کریم سے دیکھ کر پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ جبکہ امام شافعیؒ نیز امام احمدؒ کے ایک قول کے مطابق نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اور امام مالکؒ نیز امام احمدؒ کے ایک دوسرے قول کے مطابق نفل نماز میں ایسا کرنا جائز ہے لیکن فرض نماز میں یہ جائز نہیں ہے۔ (کتاب المیزان للشعرانی، باب صفۃ الصلوٰۃ، جلد 2 صفحہ 47، مطبوعہ عالم الکتب 1989ء)

ان آثار اور فقہاء کی آراء پر تبصرہ فرماتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جہاں تک قاری یا سامع کا نماز کے دوران قرآن کریم سے دیکھ کر پڑھنے اور سامع کا پڑھ کے لقمہ دینے کا مسئلہ ہے، میرے نزدیک تو امام ابو حنیفہؒ کا موقف ہی درست ہے (یعنی ایسا کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ ناقل) یہ جو مثالیں دی گئی ہیں کہ مثلاً حضرت عائشہؓ کے غلام ذکوان قرآن کریم سے پڑھ کر ان کی امامت کرواتے تھے یہ حدیث نہیں بلکہ اثر ہے اور ایسا اثر نہیں جس کی اجازت حضرت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو۔ ایسے اہم دینی معاملات میں اثر کی وہ حیثیت نہیں جو حدیث کی ہے۔

(مکتوب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ بنام سیکرٹری صاحب مجلس افتاء مورخہ 11/مئی 1993ء)

اسی طرح فقہ احمدیہ میں بیان ان امور کی اصلاح کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے محترم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو ہدایت فرمائی:

فقہ احمدیہ کا یہ صفحہ ربوہ بھجوا دیں کہ یہ روایات قابل قبول کیسے ہو گئیں یہ تو ساری لغو باتیں ہیں اس زمانہ میں تو قرآن اس شکل میں موجود ہی نہیں تھا جس میں آج ہمارے سامنے ہے۔ اس وقت تو پتھروں، کھالوں اور درختوں کے پتوں اور چھالوں پر لکھا ہوتا تھا۔ غلطی پر کیا لقمہ دینے کیلئے وہ پتھر اور کھالیں وغیرہ مسجد میں رکھتے تھے۔ یہ ایسی باتیں ہیں کہ جو کسی صورت بھی قبول نہیں کی جاسکتیں۔ ہماری فقہ میں جو ایسی اوٹ پٹانگ باتیں راہ پاچکی ہیں ان کا از سر نو جائزہ لینا ضروری ہے۔

(فیکس بنام دارالافتاء از پرائیویٹ سیکرٹری صاحب لندن مورخہ 6/جنوری 1998ء)

اس مسئلہ پر مزید راہنمائی کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نماز کے دوران قرآن کریم پڑھ پڑھ کر یاد دہانیاں کروانے کا کوئی جواز نہیں۔ نہ آنحضور ﷺ کے زمانہ میں ایسا ہوا اور نہ ہی بعد میں خلفائے راشدین کے زمانہ میں ایسا ہوا۔ اگر کوئی قاری غلطی کرتا تھا تو مقتدیوں میں سے اگر کسی کو یاد ہوتا تھا تو وہ درستی کرا دیتا ورنہ اسے خدا کے حضور قابل معافی سمجھا گیا۔

(مکتوب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ بنام دارالافتاء ربوہ مورخہ یکم جولائی 1992ء)

پس اس بارے میں میرا بھی موقف یہی ہے کہ قرآن کریم کا جتنا حصہ کسی کو یاد ہو اسی کو وہ نمازوں میں پڑھ لے اور مزید قرآن کریم یاد کرنے کی کوشش کرے۔

لیکن اگر کسی کی ایسی مجبوری ہو کہ اسے قرآن کریم کا کچھ بھی حصہ یاد نہ ہو تو پھر یہ انتہائی مجبوری کی حالت ہے، اور یہ انتہائی مجبوری ہر جگہ بہر حال نہیں ہوتی۔ پس اس مجبوری کی صورت میں وقتی طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں مروی اس روایت سے استفادہ ہو سکتا ہے، لیکن جیسا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بھی اس روایت کو ضرورت اور مجبوری کی ہی حالت میں جائز قرار دیا ہے، اسے مستقل عادت بنانا میرے نزدیک درست نہیں۔

سوال: آسٹریلیا سے ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں تحریر کیا کہ کیا یہ درست ہے کہ جب ہم وفات پا جاتے ہیں تو

باقی صفحہ 14 پر ملاحظہ فرمائیں

واقفین نو کو بتائیں کہ ایمانداری یہی ہے کہ جو تمہارے ماں باپ نے عہد کیا تھا

اس عہد کو پورا کرنے کیلئے تم اپنے bond کو renew کیا کرو پندرہ سال کی عمر میں اور پھر اکیس سال کی عمر میں اور پھر اس پہ پابند بھی رہو

کسی بڑے آدمی سے عزت سے بات کریں عزت سے اس کی بات کا جواب دیں اس کی بات کو سمجھنے کی کوشش کریں

اگر کسی نوجوان کو سمجھانا ہے کسی بڑے نے، اس کو چاہئے کہ

اس کی عزت نفس کا خیال رکھتے ہوئے اس کو سمجھائے اور چھوٹے کو چاہئے کہ ادب اور حفظ مراتب کا خیال رکھ کے بات کرے

اپنی کلاس فیلوز سے اچھے اخلاق سے پیش آؤ ان سے دوستی کرو اگر وہ تمہارے گھر آ کے تمہیں ملنا چاہیں تو وہ گھر بھی آ کے مل سکتی ہیں، تم نے لوگوں کے گھروں میں نہیں جانا نہ نائٹ سپینڈ کرنے جانا ہے، Night stay کہیں نہیں ہونا چاہئے نہ لڑکوں کا نہ لڑکیوں کا کسی کے گھر میں اگر وہ تمہیں کبھی بلائیں دعوت پہ تو ایک دو گھنٹے کیلئے چلے جاؤ

پندرہ سولہ سال میں بعض دفعہ بعض لڑکیاں احمدی بھی ہوجاتی ہیں اپنی دوستوں کی باتیں سن کے

اس لیے صرف اس وجہ سے دور ہٹ جانا کہ ان کا کلچر اور ہے درست نہیں لیکن جوان کی غلط باتیں ہیں ان کو بالکل اختیار نہیں کرنا

جب آپ مستقل باتیں کریں گی اور آپ کے عمل وہ دیکھیں گی آپ کے قریب آئیں گی آپ کی دوست بنیں گی

تو خود ہی جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے پھیرنا ہو گا اسلام اور احمدیت کی طرف اللہ تعالیٰ خود ہی پھیر دے گا

آپ لوگ اگر براہ راست کہیں گی کہ دیکھو اسلام پر امن مذہب ہے اس لیے تم قبول کرلو تو وہ کہیں گی کہ جاؤ پہلے اپنے آپ کو ٹھیک کرو مجھے کیا سمجھا رہی ہو

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ فن لینڈ کے واقفین نو اور واقفات نو کی آن لائن ملاقات اور حضور انور کی زرّیں نصائح

امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 18؍دسمبر 2021ء کو 10 سال اور اس سے زائد عمر کے واقفین نو اور واقفات نو فن لینڈ سے آن لائن ملاقات فرمائی۔ حضورِ انور نے اس ملاقات کو اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں قائم ایم ٹی اے سٹوڈیوز سے رونق بخشی جبکہ واقفین نو اور واقفات نو نے احمدیہ مشن ہاؤس Helsinki، فن لینڈ سے شرکت کی۔

ملاقات کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جس کے بعد جملہ شاملین ملاقات کو حضور انور سے سوالات پوچھنے کا موقع ملا۔

ایک ممبر وقف نو نے عرض کیا کہ ایسے واقفین نو جو پڑھائی چھوڑ دیتے ہیں یا پڑھائی مکمل کرنے کے بعد اپنے کاموں میں مصروف ہو جاتے ہیں اور وقف کے حوالے سے جماعت کو بتاتے ہی نہیں۔ پیارے حضور ایسے واقفین کیلئے آپ کیا نصیحت فرمائیں گے۔

حضور انور نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ اصولی طور پر تو یہ ہونا چاہئے کہ والدین نے جب وقف کیا بچوں کو تو ان کے کانوں میں یہ ڈالیں کہ جب تم نے پندرہ سال کا ہونا ہے تو پھر تم نے خود جماعت کو بتانا ہے اپنا بونڈ renew کرنا ہے کہ میں پندرہ سال کا ہو گیا ہوں اور پڑھائی کر رہا ہوں اور پڑھائی مکمل کر کے تو مَیں اپنے آپ کو جماعت کیلئے پیش کر دوں گا وقف کیلئے۔ پھر اکیس سال کی عمر میں جا کے دوبارہ جب پڑھائی مکمل کر لیں اکیس بائیس تیئس سال کی عمر میں یونیورسٹی کی پڑھائی مکمل کرلیں پھر بتائیں کہ میں نے پڑھائی مکمل کر لی ہے۔ یہ یہ میں نے کام کرلیا ہے اب بتائیں کہ میں کیا کروں۔ تو اصولی طور پہ تو یہ ایک وعدہ ہے جو bond ہے جو ماں باپ نے اپنے بچے کے بارے میں جماعت سے کیا اور اس کو پورا کرنا ایک عہد ہے اس کو پورا کرنا ہے۔ اس کے بعد بچوں نے اس کو پورا کرنا ہے اور اگر چاہتے ہیں بچے کہ نہ کام کریں، خدمت نہیں کرنا چاہتے تو پھر لکھ کے سیدھا دے دیں کہ ہمارے ماں باپ نے وقف کیا تھا لیکن ہمارے حالات ایسے ہیں کہ ہم نہیں چاہتے۔ تو اصولی طور پر تو ایمانداری کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جب پڑھ لکھ کے کچھ بن جائیں تو اپنے کام کرنے کیلئے اجازت لے لیں، مرکز سے پوچھ لیں کہ ہم نے یہ پڑھائی کر لی ہے آیا ہم اپنا کام کریں یا مرکز ہمارے سے کوئی خدمت لینا چاہتا ہے۔ تو مرکز اکثر لوگوں کو تو یہی کہہ دیتا ہے کہ تم اپنا کام کرو اور جو لوگ پڑھائی چھوڑ دیتے ہیں بیچ میں، نکمے ہوتے ہیں ان کو تو ویسے ہی وقف چھوڑ دینا چاہئے بتا دینا چاہئے۔ بتا دینا چاہئے کہ ہم نے پڑھائی کوئی نہیں کی۔ اب ہمیں بتائیں ہم کیا کریں کیونکہ پڑھے لکھے لوگ ہمیں چاہئیں وقف نو میں اَن پڑھ تو نہیں چاہئیں۔ تو یہ ایمانداری کا تقاضا ہے ان کو بتائیں کہ ایمانداری یہی ہے کہ جو تمہارے ماں باپ نے عہد کیا تھا اس عہد کو پورا کرنے کیلئے تم اپنے bond کو renew کیا کرو پندرہ سال کی عمر میں اور پھر اکیس سال کی عمر میں اور پھر اس پہ پابند بھی رہو۔

ایک وقف نو نے سوال کیا کہ کچھ واقفین جو temporary visa یا work visa پر رہ رہے ہوتے ہیں اور ان ممالک میں رہنے کیلئے کام کرنا پڑتا ہے تو وہ کس طرح وقف پیش کر سکتے ہیں اور جماعت کی خدمت کر سکتے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ کام کرنے والے کوئی چوبیس گھنٹے تو نہیں کام کرتے۔ کوئی نہ کوئی وقت تو ملتا ہے ناں weekend میں ملتا ہی ہے ناں۔ ان ممالک میں دو دن weekend میں چھٹی بھی تو ہوتی ہے۔ تو over time لگا کے اس weekend کی چھٹی کو بھی تم اپنے پیسے کمانے پہ لگا دو اگر تو اس کا فائدہ کوئی نہیں ہے۔ تو اسے چاہئے کہ کم از کم ہفتے میں ایک دن تو جماعت کو دیں، کہ اچھا اگر ہم نے ایک دن over time لگانا ہے کام کرنے کیلئے تو ایک دن ہم جماعت کو دیتے ہیں جماعت نے جو بھی خدمت تمہارے سے لینی ہے لے تو حق تو یہی ہے۔ یہاں آپ آئے تھے کس طرح آئے تھے سٹوڈنٹ ویزے پہ آئے تھے؟ (انہوں نے بتایا کہ جی حضور) حضور انور نے فرمایا کہ سٹوڈنٹ ویزے پہ آئے تھے وہاں سے پاکستان سے اس لیے چھوڑ کے آئے تھے کہ اعلیٰ تعلیم حاصل کریں یا اس لیے آئے تھے کہ وہاں تعلیم کے موقعے نہیں تھے آپ کیلئے۔ اس لیے آئے تھے ناں۔ تعلیم کا موقع کیوں نہیں تھا؟ (انہوں نے بتایا کہ جس طرح یہاں پہ ہمیں آزادی سے تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے وہ وہاں پہ نہیں مل پاتا) حضور انور نے فرمایا کہ آزادی کے ساتھ اپنے آپ کو احمدی ظاہر کر کے وہاں چھپ چھپ کے ڈر ڈر کے رہتے تھے۔ اس کا مطلب ہے احمدیت کی وجہ تو کہیں نہ کہیں چاہے اسائلم کیا ہو کسی نے یا تعلیم کی غرض سے آیا ہو اس کے پیچھے یہی ایک بات ہوتی ہے کہ پاکستان میں آزادی مذہب نہیں تھی تو اس لیے ہم یہاں آ گئے۔ تو پھر جس مذہب کے نام پہ آئے تھے اس کا بھی تو حق ادا کریں۔ ہفتے میں سات دن میں ایک دن تو دے دیا کریں ناں اس کو۔ ایمانداری کا اور اچھے اخلاق کا تقاضا تو یہی ہے۔ باقی آپ کی جو مرضی ہے کریں۔

ایک وقف نو نے سوال کیا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم صرف صاف بات کرتے ہیں چاہے کسی کو بری لگے یا نہیں اور کئی دفعہ ایسی بات کہہ دیتے ہیں جس سے دوسرے کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ حضور کیا یہ طریقہ درست ہے؟

حضور انور نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ صاف بات کہنا تو کوئی کمال نہیں ہے جو عرب کے بدو تھے وہ بھی صاف بات کرتے تھے ان کو کیا کہتے ہیں ہم؟ بدو ہی کہتے ہیں ناں۔ ان کو پڑھا لکھا تو نہیں کہتے۔ وہ بدو جو حضرت عمر کا کپڑا آ کے کھینچ لیتا تھا اس کو یہ تو نہیں کہتے کہ وہ بڑا اعظیم صحابی ہے۔ اس کو یہی کہتے ہیں ناں جاہل اور پاگل آدمی ہے جس نے اس طرح حرکت کی ہے۔ یہ تو حضرت عمر کا حوصلہ ہے یا نیک لوگوں کا حوصلہ ہے جو اس قسم کی حرکتیں برداشت کر لیتے ہیں یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں چادر ڈال کے کھینچنے لگ گیا تو اس نے یہ کوئی عقل والی بات کی تھی؟ پاگل والی بات ہی کی تھی ناں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برداشت کیا۔ تو اس لیے کہ وہ جاہل اور جہالت والی بات ہے اور جاہلوں کی باتوں کو برداشت کر لینا چاہئے۔ باقی جہاں تک ان کا سوال ہے ان میں وہ عقل ہی نہیں کہ وہ صحیح طرح بات کر سکتے۔ کسی بڑے آدمی سے عزت سے بات کریں عزت سے اس کی بات کا جواب دیں اس کی بات کو سمجھنے کی کوشش کریں اور اگر سمجھانے کیلئے کرتے ہیں کوئی بڑا اپنے آپ کو سمجھتا ہے اور چھوٹے کو سمجھاتا ہے تب بھی اعلیٰ اخلاق یہی ہیں کہ سمجھانے کی اگر نیت ہے تو پھر نیک نیتی سے سمجھانا چاہئے پھر ایسے موقع پر سمجھاؤ جہاں اگلے کو سمجھ آئے ناں کہ وہ react

کرے۔اب بعض نوجوانوں کو بعض بڑے اپنی طرف سے بڑا کھل کے مجلس میں کہتے ہیں۔اوتو بھیڑیا تو اے کی کیتا فلاں کی کیتا۔پنجابی میں تمہارے لوگوں کو کہتے رہتے ہیں ناں یہاں یا تم نے یہ کیوں کیا، فلاں کیا تم نے، بڑی فضول باتیں کرتے ہو،تم لوگ یہ کیوں کر رہے ہو ڈانٹ دیا کسی بات پر بھی تو اس کا اس نوجوان پہ برا اثر ہی پڑتا ہے وہ کہتا ہے مجھے شرمندہ کیا لوگوں کے سامنے، مَیں نہیں مانتا اس کی بات۔اگر کسی عہدیدار نے کیا تو میں مسجد میں ہی نہیں آتا۔تو یہ تو دور بھگانے والی باتیں ہیں جہالت کی باتیں ہیں۔اس لیے ہمیشہ اگر سمجھانا بھی ہے تو نیک نیتی سے سمجھانا چاہئے جس طرح اپنے بچوں کو انسان سمجھاتا ہے ناں علیحدگی میں جا کے۔ بچے یہ بری بات کی ہے الا ماشاء اللہ لوگ عموماً اپنے بچوں کا لحاظ رکھتے ہیں۔بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو بچوں کو بھی جھاڑ دیتے ہیں لوگوں کے سامنے۔اپنے بچوں کو بھی۔لیکن اپنے بچوں کے ساتھ اور ٹریٹمنٹ (treatment) ہوتی ہے، دوسروں کے ساتھ اور۔وہ غلط ہے۔اگر کسی نوجوان کو سمجھانا ہے کسی بڑے نے اس کو بھی چاہئے کہ اس کی عزت نفس کا خیال رکھتے ہوئے اس کو سمجھائے اور اگر چھوٹے نے کسی بڑے سے بات کرنی ہے اس کو بھی چاہئے کہ ادب اور لحاظ کا حفظ مراتب کا خیال رکھ کے بات کرے نہ یہ کہ جاہلوں کی طرح جو منہ میں آیا بکتے چلے گئے اور اگلے کی بات ہی نہ سنی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھے اخلاق بنیادی چیز ہیں۔نرمی سے ایک دوسرے سے پیش آنا چاہئے اور اچھے اخلاق سے بات کرنی چاہئے نہ یہ کہ بدوؤں کی طرح جاہلوں کی طرح جو منہ میں آئے بول دیا۔

اسکے بعد واقفات نو نے اپنے سوالات کیے۔

ایک ممبر واقفات نو نے سوال کیا کہ سکول میں ہماری جو کلاس فیلوز ہوتی ہیں ان کا کلچر ہم سے بہت مختلف ہوتا ہے۔ہم ان سے کس حد تک دوستی کر سکتی ہیں؟

حضور انور نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ کلچر ان کا مختلف ہے۔سکول میں تو آپ لوگ ایک یونیفارم میں ہوتے ہیں اس لیے لباس کے لحاظ سے تو آپ لوگ تقریباً ایک ہی ہیں ناں۔باقی رہ گیا ان کو مذہب سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی تو آپ ان کو بتائیں کہ میں احمدی مسلمان ہوں اور احمدی مسلمان کیا ہوتے ہیں۔اچھے اخلاق سے پیش آؤ ان سے دوستی کرو تو وہ خود ہی پوچھیں گی کہ تم کون ہو اور پھر وہ تمہارے اگر گھر آ کے تمہیں ملنا چاہیں تو وہ گھر بھی آ کے مل سکتی ہیں۔تم نے لوگوں کے گھروں میں نہیں جانا نہ نائٹ سپینڈ کرنے جانا ہے۔ Night stay کہیں نہیں ہونا چاہئے نہ لڑکوں کا نہ لڑکیوں کا کسی کے گھر میں۔لیکن اس کے بعد اگر وہ تمہیں کبھی بلائیں دعوت پہ تو ایک دو گھنٹے کیلئے چلے جاؤ لیکن وہاں جا کے احتیاط کرو کہ تم نے اچھے اخلاق دکھانے ہیں ہمیشہ ایک احمدی کے اخلاق دکھانے ہیں اگر وہاں کھیل کے دوران نماز کا وقت ہو گیا تو کہہ دو کہ میری نماز کا وقت ہو گیا مجھے نماز پڑھنے کیلئے جگہ بتا دو میں نماز پڑھ لوں۔اس سے ان پہ اچھا اثر پڑے گا۔وہ تمہارے گھر آتی ہیں، کھیلتی ہیں تو کھیلنے کے دوران ان کو بھی اسی طرح اگر نماز کا وقت ہو گیا بتاؤ، اچھی باتیں ان سے کرو اگر کوئی غلط بات کرنے لگے تو کہہ دو یہ ایسی باتیں ہیں جو ہمیں پسند نہیں ہیں۔ہمیں اچھی اچھی باتیں کرنی چاہئیں۔علم بڑھانے کیلئے باتیں کرنی چاہئیں تو کلچر تو ہر ایک کا اپنا اپنا ہے لیکن اسی طرح ہم تعلق بڑھائیں گے اور ان کو قریب لائیں گے اور اپنے اچھے اخلاق ان کو دکھائیں گے تو وہ پھر قریب ہو کے احمدیت کے متعلق سوچیں گی بات کریں گی اور پھر اس طرح تبلیغ کے رستے بھی کھلیں گے۔تو بعض چھوٹے چھوٹے بچے بھی اپنے عمل سے اپنی باتوں سے اپنی دوستیوں سے تبلیغ کرنی شروع کر دیتے ہیں اپنی عمر کے بچوں کو اور پندرہ سولہ سال میں بعض دفعہ بعض لڑکیاں احمدی بھی ہو جاتی ہیں اپنی دوستوں کی باتیں سن کے۔اس لیے صرف اس بات سے دور ہٹ جانا کہ جی ان کا کلچر اور ہے آپ اس ملک میں رہ رہے ہیں تو بعض باتیں تو ان کی اچھی ہیں ان کو اپنانے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن جو ان کی غلط باتیں ہیں ان کو بالکل اختیار نہیں کرنا۔

ایک دوسری ممبر واقفات نو نے سوال کیا کہ حضور دوران تبلیغ جب ہم دوستوں کو کہتی ہیں کہ اسلام ایک پرامن مذہب ہے تو وہ ہمیں کہتی ہیں کہ اگر یہ درست ہے تو یہ باتیں ہمیں بتانے کی بجائے مسلمان ملکوں میں جا کر بتاؤ ہم تو پہلے سے ہی پرامن رہنے والے لوگ ہیں۔حضور اس بارہ میں ہماری راہنمائی فرما دیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ بات تو وہ ٹھیک کہتی ہیں۔ان سے کہو تمہاری بات بالکل ٹھیک ہے اور ہمیں یہی کرنا چاہئے ہماری جہاں تک کوشش ہوتی ہے ہم ان کو بھی بتاتے ہیں لیکن ہم تمہارے سے بات تو صرف اس لیے کر رہے ہیں کہ تمہیں یہ بتائیں اگر تمہارے دماغ میں کوئی شکوک ہیں اسلام کے بارے میں کہ اسلام پرامن مذہب نہیں ہے تو وہ دور ہو جائے تمہیں ہم قائل کرنے کیلئے نہیں بتا رہے کہ تم اسلام لے آؤ۔اسلام لانا مذہب بدلنا ہر ایک کا اپنے دل کا معاملہ ہے۔آپ لوگوں کے اچھے اخلاق ہوں گے تو وہ لوگ خود ہی آپ لوگوں کے قریب آئیں گے۔ہاں ان کو کہیں ہم تو صرف تمہیں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ تمہارے دل میں کیونکہ شکوک ہیں اسلام کے بارے میں تم لوگ سمجھتے ہو کہ اسلام بڑا بُرا مذہب ہے اور شدت پسند مذہب ہے اور ظلم کرنے والا مذہب ہے تو اس لیے ہم بات کر رہے ہیں کہ اسلام کی اصل تعلیم یہ نہیں ہے۔اس کے علاوہ ہمارا کوئی مقصد نہیں کہ تمہیں ہم ضرور کہیں کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔نہ اس طرح مسلمان ہونے کیلئے کہنا چاہئے کسی کو۔جب آپ مستقل باتیں کریں گی اور آپ کے عمل وہ دیکھیں گی آپ کے قریب آئیں گی آپ کی دوست بنیں گی تو خود ہی جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے پھیرنا ہو گا اسلام اور احمدیت کی طرف وہ اللہ تعالیٰ خود ہی پھیر دے گا۔آپ لوگ براہ راست کہیں گی نہ دیکھو اسلام پرامن مذہب ہے اس لیے تم قبول کر لو۔تو وہ کہے گا جاؤ پہلے اپنے آپ کو ٹھیک کرو مجھے کیا سمجھا رہی ہو۔

ایک اور واقفہ نو نے عرض کیا کہ جب کالج میں میری کچھ سہیلیوں سے اللہ تعالیٰ کے متعلق بات ہوتی ہے تو وہ مجھ سے پوچھتی ہیں کہ جب ہمارے پاس ایک اچھا ملک ہے پرامن ملک ہے ایک اچھا گھر بار بھی ہے تو اگر ہم اللہ تعالیٰ کو مان لیں گے تو ہمیں مزید کیا حاصل ہو گا؟ پیارے حضور اس بارے میں ہماری راہنمائی فرما دیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ ان سے کہنا کہ یہ دنیا جو ہے ختم ہو جائے گی یہاں سے انسان جائے گا۔ہمارا یہ تصور ہے اسلام کا یہ concept ہے کہ اس کے بعد بھی ایک دنیا ہے۔اللہ تعالیٰ کو ہم مان لیں گے تو اللہ تعالیٰ کا حق ادا کریں گے تو اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔اس بات پہ اور ہمیں مرنے کے بعد بھی reward ہے اس کا۔اور یہ دنیا تو عارضی ہے مستقل دنیا اس کے بعد ہے۔تو اگر تم اللہ کو مانو تو وہ جو مستقل جو دنیا ہے مرنے کے بعد کی اس میں اللہ تعالیٰ نوازتا ہے اور ہاں اس دنیا میں جو اللہ تعالیٰ کو ماننے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے والے ہیں اور اس کی عبادت کرنے والے ہیں ان سے بعض دفعہ ایسا سلوک بھی کر دیتا ہے کہ بعض ایسی باتیں ہو جاتی ہیں جو انسان expect نہیں کر رہا ہوتا کہ وہ ہوں گی۔اللہ تعالیٰ کا ان کا اس دنیا میں بھی سلوک مختلف ہوتا ہے دوسرں سے جو دہریہ ہے یا اللہ کو نہیں مانتے۔ہم تو اس لیے اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں کہ ہمارا یہ ایمان ہے کہ یہ دنیا صرف دنیا نہیں ہے بلکہ اس دنیا کے بعد ایک اور دنیا ہے جس میں مرنے کے بعد انسان جائے گا اور یہی سارے مذاہب نے پیش کیا اور یہ جب ہوتا ہے تو پھر ہم نیک کام بھی کرتے ہیں۔اسے کہو مان لیا یہ سب کچھ ہے دنیا بھی تمہیں مل گئی اور تمہیں آسانیاں بھی مل گئیں اچھا گھر بھی مل گیا لیکن باوجود اس میں بہت ساری ایسی برائیاں آ گئی ہیں جو اخلاقی طور پہ اچھی نہیں ہیں۔تم ان کو سمجھتے ہو یہ کوئی چیز نہیں ہے لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ یہ اخلاقی برائیاں ہیں آجکل جو بہت ساری موومنٹس چل گئی ہیں اس قسم کی باتیں پیدا ہونے لگ گئی ہیں تو وہ ساری باتیں جو ہیں اس سے کہو یہ ایسی باتیں ہیں جس کو ہم سمجھتے ہیں کہ اچھے اخلاق میں شامل نہیں ہیں اس لیے ہم اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق ان سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر یہ بھی جتنے atheist ہیں خدا کو نہ ماننے والے وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ جو اچھے اخلاق تھے دنیا میں جو آئے ہیں جو انسان پہلے cave میں رہتا تھا پھر جنگل میں رہنا شروع ہوا پھر باہر نکلا اور ایک سوسائٹی بنی شروع ہوئی اور پھیلنی شروع ہوئی ان میں جو اچھے اخلاق پیدا ہوئے وہ نبیوں کے ذریعہ سے آئے اور دنیا میں جتنے بھی مذہب آئے سب کی بنیادی تعلیم یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کو مانو اور آپس میں اچھے اخلاق ایک دوسرے سے دکھاؤ اور مذہب میں بھی دیکھ لو کہ یہ باتیں مختلف نہیں ہیں ایک ہی چیز ہے۔ہر مذہب جو ہے ایک بات کی تعلیم دیتا ہے کہ اللہ کو مانو اور اچھے اخلاق دکھاؤ۔ایک دوسرے کا خیال رکھو۔بعد میں بگاڑ پیدا کر لیا مذہب کے ماننے والوں نے اس میں لیکن بنیادی تعلیم ہر مذہب کی ایک ہے اور یہ atheist بھی مانتے ہیں کہ جو بنیادی تعلیم اخلاق کی ہے وہ نبی لے کے آئے۔جب نبی لے کے آئے تو نبی کہتے ہیں ہم اللہ کی طرف سے آئے۔اگر ایک بات پر انہوں نے سچ بولا اور اچھائی پیدا کر دی دنیا میں تو اس کا مطلب ہے کہ ان کی باقی باتیں بھی سچی ہیں۔اس لیے ہمیں اللہ کو بھی ماننا چاہئے اور اللہ کی عبادت بھی کرنی چاہئے اور ایک دوسرے کے حق بھی ادا کرنے چاہئیں اور یہی مقصد لے کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی آئے تھے کہ اس دنیا میں اس زمانے میں لوگ جو ہیں خدا تعالیٰ کو بھول رہے ہیں اور اچھے اخلاق جو ہیں وہ ختم ہو رہے ہیں اس لیے میں آیا ہوں تا کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے قریب کروں ان کو اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے والا بناؤں اور ایک دوسرے کا، انسان انسان کا بھی حق ادا کرنے والا بنے تا کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہاں اس دنیا میں بھی reward ملے اور امن سے اور محبت اور پیار سے رہے اور مرنے کے بعد کی زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ اس کو جزا دے اور انعام دے اس لیے ہم مانتے ہیں اللہ کو۔

ایک ممبر واقفات نو نے سوال کیا کہ کیا آپ اپنی یونیورسٹی لائف کا کوئی واقعہ سنا سکتے ہیں؟

حضور انور نے فرمایا کہ کیا سناؤں۔مجھے تو کوئی یاد نہیں۔ہاں جب 74ء کے فساد ہوئے ہیں اس وقت ہمارے سامان جلا دیے تھے۔ ہمارے کمرے کا سامان نکال کے باہر جلا دیا تھا ہم جب گئے تھے ہمیں یونیورسٹی آنے سے منع کر دیا تھا اور ہمارے ایک دو لڑکوں کو پکڑ کے مارا بھی تھا۔تو ایک term ہماری یونیورسٹی کی ضائع بھی ہو گئی اس وجہ سے۔اور بس یہ ظلم ہوتے تھے۔باقی ہم اکٹھے رہتے تھے احمدی لڑکے اور بڑا اچھا ماحول تھا۔نمازیں ہم اکٹھے پڑھا کرتے تھے اور مل جل کے رہتے تھے دوستوں کی طرح۔

اچھا اللہ حافظ و ناصر ہو۔السلام علیکم

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 7/جنوری 2022)

......☆......☆......☆......

کام جو کرتے ہیں تیری رہ میں پاتے ہیں جزا ☆ مجھ سے کیا دیکھا کہ یہ لطف و کرم ہے بار بار (المسیح الموعودؑ)

LOVE FOR ALL HATRED FOR NONE

WATCH SALES & SERVICE
LCD LED SMART TV
VCD & CD PLAYER
EXPORT AND IMPORT GOODS
AND ALL KIND OF ELECTRONICS
AVAILABLE HERE

Prop. NASIR SHAH Contact.03592-226107,281920, +91-7908149128
NEAR LAAL BAZAR, AHMADIYYA MUSLIM MISSION GANGTOK SIKKIM

تمہارے لیے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے

اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا (حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا

اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اَور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے (حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 26 مئی 2023 بطرز سوال وجواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال: دوسری قدرت کا آنا ہمارے لئے کیوں ضروری ہے؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے لیے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کس رنگ میں دنیا پر ظاہر ہوئے ہیں؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اَور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کون سی دو قدرتوں کا ذکر فرمایا؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔(۱) اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردّد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔

سوال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت کس طرح خدا تعالیٰ نے اسلام کو سنبھالا؟

جواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا (النور:56) یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پیر جما دیں گے۔

سوال: جب خلیفہ اول منتخب ہوئے تو خدا تعالیٰ نے ان کی کس طرح تائید ونصرت عطا فرمائی؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق جماعت کو حضرت حکیم مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے ہاتھ پر جمع کیا۔ گو بعض لوگ چاہتے تھے کہ انجمن کے ہاتھ میں انتظام رہے لیکن حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے آہنی ہاتھوں سے اس فتنے کا خاتمہ فرمایا۔

سوال: حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی جب خلافت پر متمکن ہوئے تو خدا تعالیٰ کس طرح آپ پر اپنا فضل نازل فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے وصال کے بعد حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانیؓ خلافت پر متمکن ہوئے۔ آپ کے خلیفہ منتخب ہونے کے وقت بھی بعض لوگ جو اپنے آپ کو علمی اور عقلی لحاظ سے بہت بڑا سمجھتے تھے انہوں نے فتنہ اٹھانے کی کوشش کی اور ان کی یہ کوشش تھی کہ انتخابِ خلافت کو اگر مکمل طور پر نہیں روکا جا سکتا تو چند ماہ کیلئے ملتوی کر دیا جائے تا کہ انہیں جماعت میں تفرقہ ڈالنے کا موقع مل جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر اپنے وعدے کے موافق مومنین کی جماعت کو ایک ہاتھ پر جمع کر دیا اور مخالفینِ خلافت اور منافقین ناکام و نامراد ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپؓ کی خلافت تقریباً باون سال کے عرصے پر محیط ہوئی اور دنیا میں مشن کھلے۔ جماعت کا انتظامی ڈھانچہ مضبوط ہوا۔ یہ سب آپؓ کے دَور میں ہوا۔

سوال: تنزانیہ کے موانزے ریجن کی ایک خاتون کی بیعت کا حضور انور نے کیا ذکر فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: تنزانیہ میں ایک موانزے (Mwanza) ریجن کے معلم نے رپورٹ دی کہ ایک دن نماز فجر کے بعد مبلغ کے ساتھ احبابِ جماعت سے ہم ملاقات کی غرض سے گئے۔ نماز ظہر سے قبل جب ہم مسجد واپس پہنچے تو مسجد میں سیڑھیوں پر ایک خاتون کو دیکھا۔ خیریت معلوم کرنے پر پتا چلا کہ وہ دعا کروانے آئی ہے۔ غالباً ان کا خیال تھا کہ جیسے غیر از جماعت مسلمانوں میں دم درود وغیرہ کا طریق رائج ہے ویسے ہی ہم بھی کرتے ہیں۔ مربی صاحب نے انہیں جماعتی تعلیمات سے آگاہ کیا اور ان کیلئے وہاں دعا کروائی۔ اس خاتون نے بتایا کہ مجھے خواب آتے ہیں جن میں ایک لمبی داڑھی والے گندمی رنگ کے آدمی مجھے ایسے ہی دین سمجھاتے ہیں جیسے یہ مربی صاحب نے سمجھایا ہے۔ اس پر اس کو جماعتِ احمدیہ کا تعارف کرایا گیا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کی تصاویر دکھائی گئیں۔ اس کا کہنا تھا کہ جو بزرگ انہیں خواب میں آ کر سمجھاتے ہیں ان کی شکل حضرت مسیح موعود علیہ السلام یا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتی ہے۔ اس کے بعد اس خاتون نے اپنے تین بچوں سمیت بیعت بھی کر لی۔

سوال: انڈونیشیا کا جنوبی صوبہ کی ایک جگہ بارو میں قبولیت احمدیت کا کیا واقعہ درپیش آیا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: انڈونیشیا کا جنوبی صوبہ ہے وہاں ایک جگہ بارو (Barru) ہے۔ وہاں کے امیر صاحب کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہمارے مبلغ فجر کی نماز مسجد میں پڑھا رہے تھے کہ ایک شخص جماعت میں شامل ہونے کیلئے آیا۔ اس نے بتایا کہ وہ دوسری جگہ سے یہاں اپنی بیوی کے رشتہ دار سے ملنے آیا تھا۔ گفتگو کے دوران اس نے اپنی ماضی کی زندگی کے بارے میں بتایا جو مشکلات سے بھری ہوئی تھی۔ اس نے کہا کہ ایک دفعہ مشکل حالات میں اس نے خواب میں دیکھا کہ سفید پگڑی اور داڑھی والے بزرگ سے ملاقات ہوئی ہے۔ خواب میں پگڑی والے بزرگ نے اسے بتایا کہ چالیس دنوں تک ہر فجر کی نماز میں صدقے کے خانے میں صدقہ ڈالتے رہو تو مشکلات دُور ہو جائیں گی۔ اس نے اسی طرح کیا جیسا کہ خواب میں بتایا گیا تھا۔ کہتا ہے بیسویں دن اس کی پریشانیاں ختم ہونے لگیں۔ طرح طرح کی نوکریاں اور سہولتیں بھی مل گئیں۔ اس نے بتایا کہ تقریباً تین ماہ قبل سفید پگڑی اور داڑھی والے شخص ایک بار پھر خواب میں آئے اور پھل لینے کیلئے اسے پہاڑ پر لے گئے اور کہا کہ یہ خواب صرف ان لوگوں کو بتایا جائے جو اپنے اندر تقویٰ کی علامت ظاہر کرتے ہوں۔ اس کے بعد مبلغ نے اسے خلفاء کی تصاویر دکھائیں تو اس شخص نے حیرانی کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس شخص کو میں نے دیکھا ہے۔ چنانچہ یہ شخص بیعت کر کے احمدیت میں شامل ہوا۔

سوال: حضور انور نے مالی کی رہنے والی سراجی مالی صاحبہ کی قبولیت احمدیت کا کیا ذکر فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: مالی کی رہنے والی ایک خاتون سراجی مالی صاحبہ کے بارے میں فرمایا کہ: ان کے بارے میں مقامی مبلغ بیان کرتے ہیں کہ بہت مخلص ہیں۔ اردگرد کے گاؤں میں جہاں بھی تبلیغ کے پروگرام کا سنتی ہیں اپنے بچوں کو کہتی ہیں کہ مجھے سائیکل پر بٹھا کر وہاں لے کر جاؤ۔ وہ کہتی ہیں کہ احمدی ہونے سے قبل وہ خواب میں دو آوازیں سنتی تھیں۔ ایک تو میرے خطبے کے ساتھ جو تشہد اور سورۃ فاتحہ مَیں پڑھتا ہوں اس کی تلاوت کی آواز اور دوسری وہاں کے مبلغ جو ہیں معاذ صاحب ان کی تبلیغ کی آواز۔ کہتی ہیں میں پریشان ہوتی تھی یہ کس کی آوازیں ہیں جو مجھے خواب میں آتی ہیں۔ اب جب جماعت کا ریڈیو پروگرام شروع ہوا اور انہوں نے ریڈیو پر میرا خطبہ سنا، تلاوت سنی، دوسرے تبلیغی پروگرام دیکھے تو تب کہنے لگیں یہ تو وہی آوازیں ہیں جو میں سنتی تھی چنانچہ یہی بات ان کی احمدیت کی قبولیت کا سبب بنی۔

سوال: کیمرون (مروہ) کے ایک شخص نے اپنے قبولیت احمدیت کی بابت کیا بیان فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: کیمرون کے مبلغ انچارج کہتے ہیں کہ وہاں مَرُوَہ (Maroua) سے ایک دوست عمر زبیر صاحب ہیں۔ جلسہ سالانہ کیمرون 2022ء میں شمولیت کیلئے آئے۔ انہوں نے معلم صاحب کو اپنے احمدی ہونے کی تفصیلات بتائیں۔ عمر صاحب نے بتایا کہ ایم ٹی اے افریقہ کے ذریعہ مجھے جماعت سے واقفیت ہوئی اور میں بڑی دلچسپی سے خلیفۃ المسیح کے خطبات جمعہ سنا کرتا تھا اور ہر خطبے کے ساتھ مجھے جماعت کے ساتھ لگاؤ بڑھتا گیا اور میرے علم میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ نومبر 2021ء کے پہلے خطبہ جمعہ میں خلیفۃ المسیح نے تحریک جدید کے واقعات اور قربانیوں کا ذکر کیا تو خدا تعالیٰ نے مجھ پر واضح کر دیا کہ یہ جماعت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے جہاں لوگ اس قدر اسلام کیلئے قربانی کر رہے ہیں۔ اس بات سے میرے دل کو پوری تسلی ہوگئی اور میں نے بیعت کر کے جماعت میں شمولیت اختیار کر لی اس کے بعد میں بہت مطمئن اور خوش ہوں۔

......☆......☆......☆......

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ ہی ہے جس نے صحابہؓ کو بے لوث قربانیوں کا جذبہ عطا فرمایا اور یہ جذبہ عطا فرما کر غازیوں اور شہیدوں

اور اللہ تعالیٰ کے پیاروں اور اللہ تعالیٰ کے ان سے راضی رہنے والوں میں شامل فرمایا اور جس کے نمونے ہم نے اپنی زندگیوں میں دیکھے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہماری زندگی کا محور ہے اور

اسکے بغیر ہمارا دین، ہمارا ایمان مکمل نہیں ہوسکتا اور اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی شریعت پر عمل بھی نہیں ہوسکتا

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 2 / جون 2023 بطرز سوال وجواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کا صحابہ پر کیا اثر ہوا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ ہی ہے جس نے صحابہؓ کو بے لوث قربانیوں کا جذبہ عطا فرمایا اور یہ جذبہ عطا فرما کر غازیوں اور شہیدوں اور اللہ تعالیٰ کے پیاروں اور اللہ تعالیٰ کے ان سے راضی رہنے والوں میں شامل فرمایا اور جس کے نمونے ہم نے اپنی زندگیوں میں دیکھے۔

سوال: جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے چلے آئے تو قریش نے مدینہ کے رئیس عبداللہ بن ابی اور اسکے ساتھیوں کے نام کیا خط لکھا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے چلے آئے تو قریش نے مدینہ کے رئیس عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کے نام ایک دھمکی آمیز خط لکھا کہ تم نے ہمارے ساتھی کو پناہ دی ہے اور ہم اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ضرور تم اس سے جنگ کرو یا اسے جلا وطن کر دو یا ہم سب متحد ہو کر تم پر حملہ آور ہوں گے اور تمہارے جنگجوؤں کو قتل کر دیں گے اور تمہاری عورتوں کو اپنے ماتحت کر لیں گے۔ جب یہ خط عبداللہ بن ابی اور اس کے بت پرست ساتھیوں کو ملا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کیلئے اکٹھے ہو گئے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی اطلاع ملی تو آپؐ ان سے ملے اور فرمایا قریش نے جو دھمکی تمہیں دی ہے وہ تمہارے خیال میں بہت بڑی دھمکی ہے حالانکہ وہ تمہیں اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتے جس قدر تم خود اپنے آپ کو نقصان پہنچا لو گے۔ تم چاہتے ہو کہ اپنے بیٹوں اور بھائیوں سے جنگ کرو۔ کیونکہ ان میں سے بہت سے مسلمان ہو چکے تھے۔ جب یہود نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ باتیں سنیں تو وہ تو اِدھر اُدھر چلے گئے اور اس کو چھوڑ گئے۔

سوال جب شروع شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو آپ کا کیا حال تھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ’’حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب شروع شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو دشمن کے حملہ کے اندیشہ سے آپؐ راتوں کو جاگا کرتے تھے۔

سوال مدینہ کے اندر کے حالات کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد ایم اے نے کیا بیان فرمایا؟

جواب مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں: مدینہ کے اندر یہ حالت تھی کہ ابھی تک ایک معتد بہ حصہ اوس وخزرج کا شرک پر قائم تھا اور گو وہ بظاہر اپنے بھائی بندوں کے ساتھ تھے لیکن ان حالات میں ایک مشرک کا کیا اعتماد کیا جاسکتا تھا۔ پھر دوسرے نمبر پر منافقین تھے جو بظاہر اسلام لے آئے تھے مگر در پردہ وہ اسلام کے دشمن تھے اور مدینہ کے اندر ان کا وجود خطرناک احتمالات پیدا کرتا تھا۔ تیسرے درجہ پر یہود تھے جن کے ساتھ گو ایک معاہدہ ہو چکا تھا مگر ان یہود کے نزدیک معاہدہ کی کوئی قیمت نہ تھی۔ غرض اس طرح خود مدینہ کے اندر ایسا مواد موجود تھا جو مسلمانوں کے خلاف ایک مخفی ذخیرۂ بارود سے کم نہ تھا اور قبائل عرب کی ذراسی چنگاری اس بارود کو آگ لگانے اور مسلمانانِ مدینہ کو بھک سے اڑا دینے کیلئے کافی تھی۔ اس نازک وقت میں جس سے زیادہ نازک وقت اسلام پر کبھی نہیں آیا آنحضرت ﷺ پر خدا کی وحی نازل ہوئی کہ اب تمہیں بھی ان کفار کے مقابلہ میں تلوار استعمال کرنی چاہئے جو تمہارے خلاف تلوار لے کر سراسر ظلم وتعدی سے میدان میں نکلے ہوئے ہیں اور جہاد بالسیف کا اعلان ہوگیا۔

سوال جہاد بالسیف کے متعلق سب سے پہلی آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کب نازل ہوئی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جہاد بالسیف کے متعلق سب سے پہلی آیت آنحضرت ﷺ پر 12 صفر سنہ 2ھ مطابق 15/اگست سنہ 623ء کو نازل ہوئی جبکہ آپؐ کو مدینہ میں تشریف لائے قریباً ایک سال کا عرصہ گزرا تھا۔

سوال رسول کریم ﷺ نے کفار کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کے لئے کون سی چار تدابیر اختیار کیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جہاد فرض ہونے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ابتداء چار تدابیر اختیار کیں۔ چنانچہ ان تدابیر کا ذکر کرتے ہوئے بھی حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے: اوّل آپؐ نے خود سفر کرکے آس پاس کے قبائل کے ساتھ باہمی امن وامان کے معاہدے کرنے شروع کئے تاکہ مدینہ کے اردگرد کا علاقہ خطرہ سے محفوظ ہو جائے۔ دوم آپؐ نے چھوٹی چھوٹی خبر رساں پارٹیاں مدینہ کے مختلف جہات میں روانہ کرنی شروع فرمائیں تاکہ آپؐ کو قریش اور ان کے حلفاء کی حرکات وسکنات کا علم ہوتا رہے اور قریش کو بھی یہ خیال رہے کہ مسلمان بے خبر نہیں ہیں اور اس طرح مدینہ اچانک حملوں کے خطرات سے محفوظ ہو جائے۔ سوم ان پارٹیوں کے بھجوانے میں ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ تا اس ذریعہ سے مکہ اور اس کے گردونواح کے کمزور اور غریب مسلمانوں کو مدینہ کے مسلمانوں میں آملنے کا موقع مل جاوے۔ چوتھی تدبیر آپؐ نے یہ اختیار فرمائی کہ آپؐ نے قریش کے ان تجارتی قافلوں کی روک تھام شروع فرمادی جو مکہ سے شام کی طرف آتے جاتے ہوئے مدینہ کے پاس سے گزرتے تھے۔

سوال ہمارا ایمان اور عمل کب مکمل ہوگا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آنحضرت ﷺ کی ذات ہماری زندگی کا محور ہے اور اس کے بغیر ہمارا دین، ہمارا ایمان مکمل نہیں ہوسکتا اور اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی شریعت پر عمل بھی نہیں ہوسکتا۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کس طرح کی ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ایسی ہے کہ اس کے بیان کو محدود نہیں کیا جاسکتا۔ ایک ایک وصف ایسا ہے کہ جس کا احاطہ کئی خطبات میں بھی نہیں کیا جاسکتا۔

سوال جب قریش نے دیکھا کہ اوس وخزرج مسلمانوں کی پناہ سے دستبردار نہیں ہوتے اور اندیشہ ہے کہ اسلام مدینہ میں جڑ نہ پکڑ جاوے تو انہوں نے کیا کیا؟

جواب حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ سیرت خاتم النبیینؐ میں فرماتے ہیں: جب قریش نے دیکھا کہ اوس وخزرج مسلمانوں کی پناہ سے دستبردار نہیں ہوتے اور اندیشہ ہے کہ اسلام مدینہ میں جڑ نہ پکڑ جاوے تو انہوں نے دوسرے قبائل عرب کا دورہ کر کر کے ان کو مسلمانوں کے خلاف اکسانا شروع کر دیا اور چونکہ بوجہ خانہ کعبہ کے متولی ہونے کے قریش کا سارے قبائل عرب پر ایک خاص اثر تھا اس لئے قریش کی انگیخت سے کئی قبائل مسلمانوں کے جانی دشمن بن گئے اور مدینہ کا یہ حال ہوگیا کہ گویا اس کے چاروں طرف آگ ہی آگ ہے۔

سوال جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو مدینہ میں انصار نے پناہ دی تو ان دنوں مسلمانوں کا کیا حال تھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ایک روایت میں ذکر ملتا ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب مدینہ میں تشریف لائے اور انصار نے انہیں پناہ دی تو تمام عرب ایک قوس کی مانند یعنی ایک جان ہوکر ان کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ چنانچہ ان دنوں مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ وہ راتوں کو بھی ہتھیار لگا کر سوتے تھے اور دن کو بھی ہتھیار لگائے پھرتے تھے اور وہ ایک دوسرے سے کہا کرتے تھے کہ دیکھیے ہم اس وقت تک بچتے بھی ہیں یا نہیں کہ ہمیں امن کی راتیں گزارنے کا موقع ملے گا اور اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہ رہے گا۔

......☆......☆......☆......

نماز جنازہ حاضر وغائب

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز دورہ جرمنی کے دوران مورخہ 29/اگست 2023ء بروز منگل بیت السبوح (جرمنی) میں درج ذیل مرحومین کی نماز جنازہ حاضر وغائب پڑھائی۔

نماز جنازہ حاضر

☆عزیزم سرمد احمد اللہ ابن مکرم ضیاء اللہ صاحب (حلقہ روڈل ہائیم فرینکفرٹ، جرمنی)

24/اگست 2023 کو ساڑھے گیارہ سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عزیز چھٹی کلاس کا طالب علم تھا اور بہت ذہین بچہ تھا۔ حضور انور کی جرمنی آمد کے موقع پر ترانہ پڑھنے والے بچوں میں شامل تھا اور وفات کے روز بھی اس کی تیاری گھر آکر دیر تک کرتا رہا۔ نمازیں باقاعدگی سے نماز سینٹر پر جاکر ادا کرتا اور اطفال کی کلاسوں میں بھی باقاعدہ شامل ہوتا تھا۔ قرآن کریم ناظرہ آٹھ سال کی عمر میں پڑھ لیا تھا اور اب ترجمہ کے ساتھ قرآن کریم پڑھ رہا تھا۔ پسماندگان میں والدین کے علاوہ ایک بھائی اور ایک بہن شامل ہیں۔

نماز جنازہ غائب

(1) مکرم فضل احمد صاحب ابن مکرم نور احمد صاحب (الطاف پارک، امارت دہلی گیٹ لاہور)

8/جون 2023ء کو 78 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم نہایت مخلص، سادہ مزاج اور جماعت کے ساتھ وفا کا تعلق رکھنے والے انسان تھے۔ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتے رہتے تھے۔ اپنے حلقہ میں سیکرٹری رشتہ ناطہ اور سیکرٹری تعلیم القرآن بھی تھے۔ تلاوت قرآن کریم کے پابند تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔

(2) مکرم محمد ریاض صاحب ابن مکرم سادہ خان صاحب (موضع ادرحماں تحصیل کوٹ مومن ضلع سرگودھا)

25/مئی 2023ء کو 63 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم مخلص احمدی تھے۔ جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ نئی مسجد کی تعمیر اور جماعتی سکول بنانے میں اپنے آپ کو اس طرح وقف کیے رکھا جیسے اپنا ذاتی کام ہو۔ جماعتی لحاظ سے جب بھی کسی خدمت کی ضرورت ہوتی اپنا کام چھوڑ کر فوری حاضر ہوجاتے تھے۔ نماز باجماعت کے پابند تھے۔ اپنی طاقت کے مطابق ہر ایک کی مدد کرنے والے تھے۔ بڑی عمر میں قرآن کریم ناظرہ پڑھا اور چند ماہ میں مکمل کیا۔ خلافت جوبلی کی دعائیں دوہراتے رہتے تھے۔ مرحوم موصی تھے۔

(3) مکرمہ فرزانہ مقصود صاحبہ زوجہ مکرم مقصود احمد صاحب (گاؤں غلام حیدر ضلع عمرکوٹ)

13/مئی 2023ء کو بعمر 43 سال بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند، مہمان نواز اور خوش اخلاق، غریبوں اور مساکین کا خاص خیال رکھتی تھیں۔ خلیفہ وقت اور جماعت سے عشق و وفا کا تعلق تھا۔ مرحومہ جماعتی عہدیداران اور مرکزی نمائندگان کی دل وجان سے خدمت کرتی تھیں اور ان کو خلیفہ وقت کا نمائندہ جانتے ہوئے ان کی ہر ضرورت کا خیال رکھتی تھیں۔ ان کا ایک بیٹا جامعہ احمدیہ میں زیر تعلیم ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

......☆......☆......☆......

بقیہ سیرت خاتم النّبیین ﷺ از صفحہ 8

کے نتیجہ میں کئی قتل واقع ہوجاتے مگر روایت میں صرف ایک قتل کا ذکر ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ کوئی عام حکم نہیں تھا اور پھر جب صحیح روایات سے یہ ثابت ہے کہ دوسرے دن ہی یہود کے ساتھ نیا معاہدہ ہوگیا تھا تو اس صورت میں یہ ہرگز قبول نہیں کیا جاسکتا کہ اس معاہدہ کے ہوتے ہوئے اس قسم کا حکم دیا گیا ہو اور اگر اس قسم کا کوئی واقعہ ہوتا تو یہودی لوگ اسکے متعلق ضرور واویلا کرتے، مگر کسی تاریخی روایت سے ظاہر نہیں ہوتا کہ یہود کی طرف سے کبھی کوئی اس قسم کی شکایت کی گئی ہو۔ پس روایت اور درایت دونوں طرح سے یہ قصہ غلط ثابت ہوتا ہے اور اگر اس میں کچھ حقیقت سمجھی جاسکتی ہے تو صرف اس قدر کہ جب کعب بن اشرف کے قتل کے بعد مدینہ میں ایک شور پیدا ہوا اور یہودی لوگ جوش میں آگئے تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کی طرف سے خطرہ محسوس کرکے صحابہ سے یہ فرمایا ہوگا کہ جس یہودی کی طرف سے تمہیں خطرہ ہو اور تم پر حملہ کرے تم اسے دفاع میں قتل کرسکتے ہو، مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ حالت صرف چند گھنٹے رہی تھی کیونکہ دوسرے دن ہی یہود کے ساتھ ازسرنو معاہدہ ہوکر امن وامان کی صورت پیدا ہوگئی تھی۔ واللہ اعلم

کعب بن اشرف کے قتل کی تاریخ کے متعلق کسی قدر اختلاف ہے۔ ابن سعد نے اسے ربیع الاول 3 ہجری میں بیان کیا ہے، لیکن ابن ہشام نے اسے سریہ زید بن حارثہ کے بعد رکھا ہے جو مسلّم طور پر جمادی الآخرۃ میں واقع ہوا تھا۔ میں نے اس جگہ ابن ہشام کی ترتیب ملحوظ رکھی ہے۔ (باقی آئندہ)

(سیرت خاتم النّبیین، صفحہ 472 تا 477، مطبوعہ قادیان 2011)

......☆......☆......☆......

هوالشافی
N D QAMAR HERBAL & UNANI CLINIC
(Treatment for all kinds of Chronic Diseases)
SINCE 1980
Near Khilafat Gate Qadian (Punjab)
contact no : +91 99156 02293
email : qamarafiq81@gmail.com
instagram : qamar_clinic

Our Moto Your Satisfaction

MUBARAK TAILORS
کوٹ پینٹ، شیروانی، شلوار قمیص اور vase coat کی سلائی کیلئے تشریف لائیں
Prop. : Hifazat, Sadaqat (Delhi Bazar, Shop No.33) Qadian
Contact Number : 9653456033, 9915825848, 8439659229

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadr.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly **BADAR** Qadian

Qadian - 143516 Distt. Gurdaspur (Punjab) INDIA

Postal Reg. No. GDP/001/2023-25 Vol. 72 Thursday 16 - November - 2023 Issue. 46

MANAGER
SHAIKH MUJAHID AHMAD
Mobile : +91 99153 79255
e-mail: managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.850/- (Per Issue : Rs.16/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (**WEIGHT** : 50 -100 Gms/Issue)

جنگ بدر کے فوری بعد کے واقعات میں حضرت عثمان بن مظعونؓ کی وفات اور جنت البقیع میں تدفین، حضرت رقیہؓ کی وفات اور حضرت اُمّ کلثومؓ کی شادی، غزوہ بنی غطفان، غزوہ بنی سلیم کا تذکرہ

اکثر بڑی حکومتیں اور سیاست دان بھی فلسطینیوں کے جانی نقصان کو کوئی اہمیت نہیں دے رہے ان کے اپنے مفادات ہیں انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ایک مدت تک ہی ڈھیل دیتا ہے

ہمیں مظلوم فلسطینیوں کیلئے بہت دعا کرنی چاہئے

مکرمہ منصورہ باسمہ صاحبہ اہلیہ حمید الرحمان خان صاحب اور مکرم چودھری رشید احمد صاحب کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 10 رنومبر 2023ء بمقام مسجد مبارک (اسلام آباد) یو.کے

تشہد، تعوذ، اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے حوالے سے بدر کے فوری بعد کے واقعات کا مَیں ذکر کر رہا تھا۔ اس حوالے سے دو ہجری کے واقعات میں ایک جنت البقیع کے قیام کا ذکر ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں یہود اور دیگر قبائل سب کے اپنے اپنے قبرستان تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ مدینے پہنچے تو مسلمانوں کیلئے علیحدہ قبرستان کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ بقیع الغرقد کے قبرستان کو مسلمانوں کیلئے منتخب کیا گیا۔ اس قبرستان میں سب سے پہلے حضرت عثمان بن مظعونؓ مدفون ہوئے۔ بقیع عربی میں ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں درختوں کی بہتات ہو۔ اس قبرستان کو جنت البقیع بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ دو ہجری میں آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کیلئے ایک مقبرہ منتخب فرمایا جسے جنت البقیع کہتے ہیں۔ عثمان بن مظعونؓ کی وفات کا آنحضرت ﷺ کو بہت صدمہ ہوا اور روایت کے مطابق آپ ﷺ نے انہیں بوسہ دیا۔

حضور انور نے فرمایا: اب میں غزوہ بنی غطفان کا ذکر کرتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ غطفان کی شاخ بنی ثعلبہ اور بنو محارب مسلمانوں کے خلاف ایک مقام پر جمع ہو رہے ہیں۔ اس اطلاع کے موصول ہونے پر آنحضرت ﷺ ساڑھے چار سَو صحابہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ماہ ربیع الاول تین ہجری میں یہ غزوہ پیش آیا۔ مشرکین کی جتھہ بندی کے خلاف آنحضرت ﷺ روانہ ہوئے تو راستے میں بنو غطفان کا ایک شخص ملا جسے صحابہؓ نے گرفتار کرکے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا۔ اس نے آنحضرت ﷺ کو اپنے قبیلے کی نقل و حرکت کے متعلق آگاہ کیا۔ آنحضرت ﷺ نے اسے اسلام کی دعوت دی تو اس نے فوراً اسلام قبول کرلیا۔ اس شخص نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ اس کی قوم کو جب یہ معلوم ہوگا کہ آپ ﷺ اور مسلمانوں کا لشکر ان کی طرف آرہا ہے تو وہ کبھی بھی آپ کا مقابلہ نہیں کریں گے بلکہ ارد گرد کے پہاڑوں پر چڑھ جائیں گے۔ چنانچہ جب مسلمانوں نے ان کی جانب پیش قدمی کی تو واقعی انہوں نے مقابلہ نہ کیا بلکہ ارد گرد کے پہاڑوں پر چڑھ گئے۔

اسی موقع پر وہ مشہور واقعہ پیش آیا کہ جب آنحضرت ﷺ ایک درخت کے سائے میں استراحت فرما رہے تھے اور صحابہؓ اپنے کاموں میں مشغول تھے تو ایسے میں ایک شخص نے آپ ﷺ پر تلوار سونت لی تھی۔ اس شخص نے پوچھا کہ اے محمد! اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ۔ تو اسکے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔

اس غزوے کے واقعات میں ایک واقعہ حضرت رقیہؓ کی وفات اور حضرت ام کلثومؓ کی شادی کا بھی ہے۔ روایت کے مطابق جب حضور ﷺ بدر پر روانہ ہوئے تو حضرت رقیہؓ بیمار تھیں چنانچہ آپ ﷺ حضرت عثمانؓ کو انکی تیمارداری کیلئے مدینہ چھوڑ گئے تھے۔ حضرت رقیہؓ نے اس روز وفات پائی جس روز حضرت زید بن حارثہؓ بدر کی فتح کی خوشخبری لے کر مدینہ آئے۔ حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد جب حضور ﷺ حضرت عثمانؓ سے ملے تو انہیں فرمایا کہ اللہ نے ام کلثومؓ کا نکاح رقیہ جتنے حق مہر اور حسنِ سلوک پر تمہارے ساتھ کر دیا ہے۔ شادی کے تین دن بعد حضورِ اکرم ﷺ ام کلثومؓ کے پاس تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ اے میری پیاری بیٹی! تم نے اپنے شوہر کو کیسا پایا؟ اس پر ام کلثومؓ نے کہا کہ عثمانؓ بہترین شوہر ہیں۔ حضرت ام کلثومؓ نو ہجری میں بیمار ہوکر وفات پا گئی تھیں۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ام کلثومؓ کی وفات پر فرمایا کہ اگر میری کوئی تیسری بیٹی ہوتی تو مَیں اس کی شادی بھی عثمانؓ سے کروا دیتا۔

حضرت ام کلثومؓ کا نکاح ربیع الاول تین ہجری میں ہوا تھا۔ یہ حضرت ام کلثومؓ کی دوسری شادی تھی۔ اس سے قبل حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کے نکاح حضور ﷺ کے چچا ابولہب کے دو بیٹوں کے ساتھ ہوئے تھے تاہم رخصتی سے قبل مذہبی مخالفت کی وجہ سے یہ نکاح ختم ہو گئے تھے۔

اس عرصے کے واقعات میں غزوہ بنو سلیم بھی مذکور ہے۔ آنحضرت ﷺ کو اطلاع ملی تھی کہ بنو سلیم کی بڑی تعداد مسلمانوں کے خلاف جمع ہے۔ اس پر آنحضرت ﷺ مدینے میں عبداللہ بن ام مکتومؓ کو اپنا نائب مقرر فرما کر تین سو صحابہؓ کے ہمراہ چھ جمادی الاولیٰ کو روانہ ہوئے۔ ایک اور روایت کے مطابق آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا تھا۔ آنحضرت ﷺ کو راستے میں بنو سلیم کا ایک آدمی ملا جس نے بتایا کہ بنو سلیم منتشر ہوگئے ہیں۔ تحقیق کرنے پر اس شخص کی اطلاع درست ثابت ہوئی۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ واپس لوٹ آئے اور جنگ کی صورت پیدا نہیں ہوئی۔

ایک سریہ زید بن حارثہ ہے۔ اس کی تفصیل کے متعلق ذکر ملتا ہے کہ ایک دن صفوان بن امیہ نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ مسلمانوں نے ہمارا تجارتی مرکز شام تک جانا بند کر دیا ہے۔ ایک شخص نے مشورہ دیا کہ ساحل سمندر کا راستہ چھوڑ کر عراق کی طرف سے شام جایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ راستے کو جاننے والے ایک شخص کی مدد سے صفوان بن امیہ نے روانہ ہونے کا فیصلہ کیا اور قافلے نے تیاری شروع کر دی۔ یہ سریہ جمادی الآخر تین ہجری میں پیش آیا۔ اہل قافلہ کی پوری کوشش تھی کہ کسی طرح یہ خبر اہل مدینہ کو نہ پہنچے۔ لیکن خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ چنانچہ یہ خبر حضور ﷺ تک پہنچ گئی۔ آپ ﷺ نے 100 سواروں کو حضرت زید بن حارثہؓ کی سربراہی میں روانہ فرمایا۔ یہ حضرت زیدؓ کا پہلا سریہ تھا جس میں آپ بطور امیر روانہ ہوئے اور کامیاب واپس لوٹے۔

حضور انور نے فرمایا کہ ان تجارتی قافلوں کو اس لیے روکا جاتا تھا کیونکہ ان قافلوں سے ہونے والا نفع پھر مسلمانوں کے خلاف استعمال ہوتا تھا۔ ان قافلوں کو روکنا اُس دور میں ایسے ہی تھا جیسے آج کل مختلف ممالک پر اقتصادی پابندیاں لگائی جاتی ہیں۔ آج کل تو یہ ممالک بسا اوقات زیادتی کرتے ہوئے بھی پابندیاں لگاتے ہیں، انہوں نے اسلام پر کیا اعتراض کرنا ہے۔

خطبے کے دوسرے حصے میں حضور انور نے فرمایا کہ اس وقت مَیں فلسطین کیلئے دوبارہ دعا کی تحریک کرنا چاہتا ہوں۔ اب کم از کم اتنا ہوا ہے کہ بعض لوگ ڈرتے ڈرتے ہی سہی لیکن اس ظلم کے خلاف بولنا شروع ہوئے ہیں۔ بلکہ اب تو بعض یہودیوں نے بھی اس ظلم کے خلاف آواز بلند کی ہے اور اپنی حکومت سے کہا ہے کہ کیوں ہمیں بھی بدنام کرتے ہو۔ بہرحال چھوٹی چھوٹی آوازیں غیروں میں اٹھنے لگی ہیں۔ اب کہتے ہیں کہ روزانہ چار گھنٹے کیلئے جنگ روکی جائے تاکہ فلسطینیوں تک امداد پہنچ سکے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس پر کتنا عمل ہوگا اور باقی بیس گھنٹوں میں انہوں نے کتنی گولہ باری کرنی ہے۔ اکثر بڑی حکومتیں اور سیاست دان بھی فلسطینیوں کے جانی نقصان کو کوئی اہمیت نہیں دے رہے۔ ان کے اپنے مفادات ہیں۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ایک مدت تک ہی ڈھیل دیتا ہے۔ پھر یہ دنیا ہی نہیں بلکہ اگلا جہان بھی ہے، اس دنیا میں بھی پکڑ ہوسکتی ہے اور اگلے جہان میں بھی ضرور پکڑ ہوگی۔

بہرحال ہمیں مظلوم فلسطینیوں کیلئے بہت دعا کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان مظالم سے نجات دے۔ آمین۔

خطبے کے آخر میں حضور انور نے درج ذیل دو نمازِ جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا۔ مکرمہ منصورہ باسمہ صاحبہ اہلیہ حمید الرحمان خان صاحب۔ جو گزشتہ دنوں وفات پا گئی تھیں۔ انا للہ وانا الیہ رجعون۔ مرحومہ حضرت نواب عبداللہ خان صاحبؓ اور حضرت صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کی پوتی اور حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ اور حضرت بوزینب بیگم صاحبہؓ کی نواسی تھیں۔ مرحومہ میاں عباس احمد خان صاحب اور امۃ الباری بیگم صاحبہ کی بیٹی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے ان کے نکاح کے موقعے پر نصائح کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ نکاح کے ساتھ لڑکے اور لڑکی پر ایسی ذمہ داریاں عائد ہوجاتی ہیں جو اس سے پہلے ان پر عائد نہ تھیں۔ ایک تو میاں بیوی کی باہم ذمہ داریاں ہیں اور دوسرا وہ ذمہ داریاں ہیں جو دونوں نے ساتھ مل کر نبھانی ہیں۔ نکاح کے موقعے پر پڑھی جانے والی آیات میں یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمۡ کے الفاظ کے ساتھ 'رب' کا تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ جیسے خدا تمہاری ربوبیت کرنے والا ہے ویسے ہی اب تم پر بھی ایسی ذمہ داریاں پڑنے والی ہیں کہ جنہیں ادا کرنے کیلئے ضروری ہے کہ تم بھی ربوبیت کے جذبے کے ساتھ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔

مرحومہ نیک، ایثار کے ساتھ لوگوں کا خیال رکھنے والی، غریبوں سے حسنِ سلوک کرنے والی، واقفینِ زندگی کا ادب کرنے والی، رشتوں کو نبھانے والی، خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والی، صاف گو، صوم و صلوٰۃ کی پابند، خلافت کا بہت ادب کرنے والی خاتون تھیں۔

فرمایا: دوسرا جنازہ ہے چودھری رشید احمد صاحب سابق رجسٹرار زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کا۔ آپ گزشتہ دنوں امریکہ میں وفات پا گئے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ مرحوم نیک، ایمان دار، احمدیت کیلئے غیرت رکھنے والے، چندوں کی ادائیگی اور مالی قربانیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے، قناعت پسند شخصیت کے حامل تھے۔

حضور انور نے مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا کی۔

......☆......☆......

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad